يهدي به الله من اتبع رضوانه

سبل السلام

تنقیح
۱۹۵۸ء/
۱۹۶۲ء

قیمت فی جلد ۱۲ر

فہرست مضامین

یعنی

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن کا وہ حصّہ جس میں
پارہ ۲۵ کی تفسیر ہے

از

خواجہ محمد عبدالحی فاروقی

استاد تفسیر و ناظم دینیات
جامعہ ملیّہ اسلامیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

تفسیر

سورۃ المجادلہ

(رکوع ۲ - آیات ۲۲)

تمہید

اسلام سے قبل عرب میں عورتوں کی بہت بُری حالت تھی۔ ان کے حقوق کی پرِشہ برابر بھی پروا نہ کی جاتی تھی، قرآن کریم نے حقوق نسواں پر مختلف مقامات میں تفصیل سے بحث کی اور بتایا کہ مرد پر عورت کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں، ان مسائل میں سے ایک مسئلہ ظہار کا بھی ہے جسے جاہلیت میں طلاق سمجھتے تھے، اس سورۃ میں اسی مسئلہ کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت اوس بن صامت نے ایک مرتبہ غصّہ میں اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ سے یہ کہدیا کہ: انتِ علیَّ کظہر امّی، تو میرے لیے ایسی ہی حرام ہے جیسے میری ماں کی پشت' ان الفاظ کے معنی اُس وقت طلاق سے تھے، حضرت خولہ بوڑھی تھیں اور صاحب اولاد انھیں یہ سُنکر سخت تکلیف ہوئی کہ اس بڑھاپے میں

اولاد کو لے کر کہاں جاؤں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور تمام واقعہ عرض کیا، آپ نے سُنا تو فرمایا، تم پر طلاق ہو گئی۔

خولہ نے آپ کی زبان مبارک سے یہ فیصلہ سُنا تو اور بھی کبیدہ خاطر ہوئیں، وہ بار بار اپنی دردناک حالت بیان کرتیں، اور آپ وہی جواب دیتے، اس یاس انگیز حالت میں خولہ نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا، اور اللہ سے دعا کی کہ وہ اس بدترین قانون کی اصلاح کرے، اسی دوران میں رسول اللہ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، اور ظہار کا صحیح قانون نازل ہوا۔

حضرت خولہ بار بار رسول اللہ سے جھگڑا کرتی، اور انصاف کی طلبگار تھیں، اس لیے اس سورۃ کا نام مجادلہ تجویز ہوا۔

خلاصہ مضمون

پہلی چار آیتوں میں خولہ کا واقعہ، ظہار کا کفارہ، اور اس کے بدترین نتائج بیان کیے ہیں، آیت نمبر ۵ و ۶ میں اُن لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں، دوسرے رکوع میں اعدائے اسلام کے خفیہ مشورں، اُن کی مجالس شوریٰ کے اصول، اور اُن کی ناپاک حرکتوں کا ذکر کر کے مسلمانوں کو بتایا کہ وہ اپنی مجالس کے اصول کیا مقرر کریں، اور کن آداب کا لحاظ رکھیں، تیسرے رکوع میں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر کر کے اُن کے نتائج بیان کیے، اور اسی پر سورۃ کو ختم کر دیا۔

مجالس شوریٰ

نکاح کا مقصد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱) قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا وَتَشْتَکِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ۔

اللہ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے جھگڑتی اور خدا سے فریاد کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تحاوُر کہتے ہیں دو شخصوں میں سے ایک کا دوسرے کو جواب دینا اور کلام کی تردید کرنا اسی سے محاورہ ہے اسکے لغوی معنی رجوع کے ہیں اسی معنی میں وہ مشہور حدیث ہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ۔"

نکاح کا مطلب یہ ہے کہ مرد و عورت ایک معاہدہ کرتے ہیں اس پر اپنے تعلقات و روابط کی بنا رکھتے ہیں کہ اپنے گھر کی اصلاح کریں اور اپنی اولاد کو اس چار دیواری میں ایسی تعلیم دیں کہ وہ باہر نکل کر جہانگیری و جہانداری کے فرائض مہمہ ادا کرنے کے قابل ہو یہ غرض صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ خاوند اور بیوی اپنے آپ کو ایک ہی جسم کے دو ٹکڑے تصور کریں اور ہر اُس بدعملی و بدکرداری سے الگ رہیں جو اس اتحادِ عمل میں رخنہ انداز ہو۔

ایک شخص تمام عمر اپنی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اُس سے خدمت لیتا اور لذتِ نفس حاصل کرتا ہے مگر جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے اور اُس کے کام کی نہیں رہتی تو احسان و مروت کے بجائے اُسکو گھر سے نکالنے کی فکر کرتا ہے اور اُس سے ایسی باتیں کہتا ہے جو صراحتہً قانون کے خلاف ہوں اور جس سے نہ صرف قانونِ نکاح درہم برہم ہو بلکہ شیرازۂ قوم بھی بکھر جائے۔

عرب میں دورِ جاہلیت عورتوں کے لیے انواع و اقسام کے عذابِ الٰہی کا زمانہ تھا، ان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی، اگر ایک شخص غصّہ کی حالت میں اپنی بیوی سے یہ کہہ دیتا کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے تو یہ الفاظ طلاق تھے، اور عورت کو الگ ہونا پڑتا تھا، ظاہر ہے کہ یہ قانون شر انگیز اور قومی نظام کیلئے نقصان رساں تھا۔

خولہ بنت ثعلبہ

ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے یہی کہا تھا، وہ اپنی شکایت لیکر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئیں، اُسوقت تک اسلام میں ظہار کی بابت کوئی قانون نہ تھا، اسلئے رسول اللہ نے دستورِ جاہلیت کے مطابق جواب دیا، مگر اس سے خولہ کا اطمینان نہ ہوا، اس لیے کہ وہ اصلاح کی طلبگار تھیں، اللہ تعالیٰ بھی ان دونوں کی باتوں کو سُن رہا تھا، اور جن بدترین حالات میں سے عرب کی عورتیں گذر رہی تھیں اُن کو دیکھ رہا تھا، اس لیے وقت آگیا تھا کہ اس رسمِ بد کو مٹا دیا جائے۔

انسان اور اس کے اللہ کے درمیان کسی رابطہ کی ضرورت نہیں، وہ خود ہر انسان کی بات سُنتا ہے، اس آیت سے اُن جاہل مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے جو پیر پکڑنا ضروری خیال کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر انھیں تقربِ الی اللہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ روساءِ قریش کے ساتھ گدھے پر سوار بازار میں سے گذر رہے تھے کہ انھیں ایک بڑھیا مل گئی، اس نے انھیں ٹھہرایا، اور دیر تک نصیحت کرتی رہی، کسی نے آپ سے کہا کہ خواہ مخواہ آپ ایک بڑھیا کی خاطر اتنی دیر تک کھڑے رہے، آپ نے فرمایا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہے، یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں، جن کی بات کو اللہ نے سات آسمان کے اوپر سے سن لیا تھا، کیا عمر اس کی بات نہ سُنے گا۔

منکر و زور

(۲) اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِىْ وَلَدْنَهُمْ ؕ

جو لوگ تم میں سے اپنی بیبیوں کے ساتھ ظہار کر بیٹھیں وہ اُن کی مائیں نہیں، اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے، ہاں

وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا — اُنھوں نے ایک بیہودہ اور جھوٹی بات کہی، اور بیشک اللہ

وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ — معاف کرنیوالا بخشنے والا ہے

یظاہرون، ظہار دراصل ظہر سے ہے، جسکے معنی پیٹھ کے ہیں، شریعت میں اس سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے کہے: انت علی کظہر امی، یعنی تو میری ماں کی جگہ ہے، ان الفاظ کے کہدینے سے زمانہ جاہلیت میں میاں بیوی الگ ہو جاتے تھے، اسلام نے اس کو طلاق تسلیم نہیں کیا، مگر چونکہ یہ بہت لغو اور بُری بات تھی اس لیے اس کو روکنے کے لیے کفّارہ مقرر کر دیا، جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

جو لوگ اپنی بیویوں کو یہ کہتے ہیں: انت علی کظہر امی، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی بیوی ان کی حقیقی ماں کیطرح حرام ہو گئی، تو وہ یقین کر لیں کہ ایسا ہونا ممکن نہیں، ماں وہی ہے جسکے پیٹ سے تم پیدا ہوئے ہو۔

یہ باتیں بیہودہ اور لغو ہیں، صریح کذب و افترا ہیں، بھلا وہ عورت جو تمام عمر تمہاری محل وطی رہی ہو صرف اتنا کہہ دینے سے ماں بنجائیگی، ہرگز نہیں، جاہلیت کا دور ختم ہو گیا، اُسی میں یہ تباہ کن رسمیں جاری تھیں، اس وقت تک جو کچھ قانون کے خلاف ہوا ہے اللہ اُس سے درگذر کرتا ہے، مگر آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرنا۔

کفّارہ

اگلی آیات میں عفو و مغفرت کی شکل بیان کی جاتی ہے:

(۳) وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (۴) فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا،

اور جو لوگ اپنی بیوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر لوٹ کروہی کرنا چاہتے ہیں، جس کو کہہ چکے ہیں، تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے مرد کو ایک بردہ آزاد کرنا ہے، تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے، اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے، پھر جسکو میسر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے لگاتار دو مہینہ روزے رکھے، اور جس سے نہ ہوسکیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے، یہ اس لیے کہ تم لوگ اللہ

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۔ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ، اور یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں،
وَلِلْکٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ اور جو لوگ منکر ہیں اُن کو عذاب دردناک ہی ۔

جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرنے کے بعد اُن کی طرف پھر لوٹنا چاہیں، تو جب تک وہ ایک غلام آزاد نہ کر لیں، انھیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں، اور یہ سختی اس لیئے جائز رکھی گئی ہی کہ تم میں عبرت اور بصیرت پیدا ہو آئندہ بے سوچے سمجھے قانون توڑنے نہ لگ جاؤ، تمھاری اس بے راہ روی کو روکنے کی یہی سب سے عمدہ تدبیر ہی ۔

اگر تم غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو بیوی کو ہاتھ لگانے سے قبل مسلسل دو ماہ روزے رکھو تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ قانون کو توڑ دینا آسان نہیں، بلکہ اس کا احترام ضروری ہی، اور اگر روزے بھی نہیں رکھ سکتے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، ان پابندیوں کی غرض یہ ہی کہ تم اللہ اور اُس کے رسول کے فیصلوں کو مانتے رہو تمھارے ایمان میں ترقی ہو، اور جو لوگ ان قوانین کو توڑینگے وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہونگے، ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اسلام ظہار سے روکتا ہی اسلیئے کہ یہ منکر اور زور ہی اور قانون الٰہی کا توڑنا ہی، اور اگر کوئی اس کا مرتکب ہوتا ہی تو اُس کی سزا یہی ہی کہ اس سے رُک جائے، اور آئندہ یہ حرکت نہ کرے ۔

گذشتہ پر ایک نظر ۔

نکاح ایک قسم کا معاہدہ ہی جو مرد و عورت کے درمیان قائم ہوتا ہی، اور تقاضائے انسانیت یہی ہی کہ جب تک دونوں اس کو نباہ سکتے ہیں نباہیں، لیکن اگر ان میں سے ایک جابرانہ طور پر اس کی خلاف ورزی کرنا چاہتا ہی تو قانون اسکو روک دیگا اور اُس کو سزا دیگا، اس بدکرداری کو روکنے کیلیئے اللہ نے اپنے رسول کو تعلیم دی اور آپنے اسکو نافذ کر دیا ۔

ایسے ہی مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ وہ اپنے ملک اور قوم کی اصلاح کیلیے ایسی مجالس قائم کریں جن میں صرف ارباب حل و عقد شریک ہوں، اور اپنی اصابت رائے اور تجربہ سے قانون کی خلاف ورزیوں کی روک تھام کریں، اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کی طرف لائیں، یہی آیات مجالس شوریٰ کی اصل و اساس ہیں، جن کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہی کہ وہ ان کے قیام کی کوشش کریں ۔

مخالفینِ اسلام

(۵) اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ (۶) یَوْمَ یَبْعَثُہُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُہُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰہُ اللّٰہُ وَنَسُوْہُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے برخلاف کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے اُن سے اگلے ذلیل ہوئے، اور ہم تو اپنے کھلے کھلے احکام اتار ہی چکے اور منکروں کو ذلت کا عذاب ہی جب اللہ ان سب کو اُٹھائیگا، پھر جیسے جیسے عمل یہ لوگ کرتے رہے ہیں ان کو بتا دیگا، اللہ تو ان کے عملوں کو گِنتا گیا اور یہ اُن کو بھول گئے، اور اللہ سب چیزوں کا نگراں ہے۔

یحادون لیا گیا ہے محادہ سے اور اس کے معنی مخالفت اور ممانعت کے ہیں اسی لیے پاسبان اور دربان کو حداد کہتے ہیں، کبتوا، ذلیل کیے گئے، جو شخص ذلت و رسوائی کے ساتھ نکال دیا جائے اُسے مکبوت کہتے ہیں۔

یہود مدینہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ کسی قسم کا ربط و تعلق نہ رکھیں گے، اور اُن کے مقابلہ میں کفار و مشرکین مکہ کی اعانت نہ کریں گے، باوجود اسکے ان لوگوں نے خفیہ مجالس قائم کیں، مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی تجاویز سوچیں، اور ان کی کمزوریوں سے اہل مکہ کو اطلاع دی، گویا یہ لوگ بھی معاہدہ کرنے کے بعد بیہودہ اور غلط باتوں کا ارتکاب کر رہے تھے اس لیے ان آیات میں ان کو تنبیہ کی گئی۔

جو لوگ اپنے عہد کے پابند نہیں رہتے، اور اسلام کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں اُن کے لیے آج پیشین گوئی کی جاتی ہے کہ کفار مکہ کی طرح ان کو بھی تباہ کر دیا جائیگا، وہ مسلمانوں کے علانیہ دشمن تھے، مگر ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ اُن میں لڑائی کی طاقت ہی نہ رہی، تم یہود مدینہ چھپکے چھپکے مسلمانوں کی تباہی کے درپے ہو، مگر یاد رکھو تمہارا انجام بھی وہی ہوگا، تمہاری آنکھیں کھول لینے کے لیے یہ آیات کافی ہیں۔

احصٰہ اللہ ونسوہ

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کفار مکہ اور یہود کو ایک میدان میں جمع کرے گا کہ دونوں آیات الٰہیہ کے مخالف تھے اس لیے دونوں کو نتائج بھی ایک ہی قسم کے ملیں گے۔

جب ایک مذہبی جماعت تعلیمات شرعیہ پر عمل کرنا ترک کر دیتی ہے اور اباطیل و اکاذیب کو اپنا شعار بنا لیتی ہے تو اُس وقت اُس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ علی الاعلان حق و انصاف کا خلاف کرتی ہے خواہ مخواہ غیر مذاہب والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو برباد کرتی ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم اس کے حقدار ہیں مذہبی آدمی کے لیے سب کچھ جائز ہے چونکہ وہ مذہب کی آڑ میں ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اس لیے انھیں جرم خیال نہیں کرتے اور یقین کرتے ہیں کہ ان اعمال فاسقہ کی ان سے باز پرس نہ ہوگی۔

یہ ہزار ہو جائیں اللہ کبھی بے انصافی کا بدلہ نیکی نہیں دے سکتا وہ ان تمام اعمال کو محفوظ رکھیگا اور ان کا بدلہ ان کو دیگا جس وقت رسول اللہ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپ نے فرمایا: اتق دعوة المظلوم فانها ليس بينها و بين الله حجاب مظلوم کی دعا سے بچنا کہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔
مظلوم میں آپ نے کسی قوم و ملت کی تخصیص نہیں کی بس مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ بے انصافی کا ہمدرد اور معاون بننا ان کی شان سے بعید ہے۔

علم الٰہی کا احاطہ

(۷) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ (۸) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ

کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ سب سے واقف ہے جب تین کا مشورہ ہوتا ہے تو ضرور ان کا چوتھا وہ ہوتا ہے اور پانچ کا ہوتا ہے تو ضرور ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ کہیں بھی ہوں وہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر جیسے جیسے عمل یہ کرتے رہے ہیں قیامت کے دن وہ ان کو جتا دیگا اللہ ضرور ہر چیز سے واقف ہے کیا تم نے ان لوگوں پر نظر نہیں کی جن کو کانا پھوسی کرنے سے منع کر دیا گیا تھا پھر جس سے ان کو منع کر دیا گیا تھا لوٹ کر وہی کرتے ہیں اور کانا پھوسی کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کرنے کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جن لفظوں سے خدا نے تم پر سلام نہیں بھیجا ایسے لفظوں سے تم کو سلام کرتے ہیں اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ ہمارے اِس کہنے پر خدا ہم کو سزا کیوں نہیں دیتا، ان کے لیے جہنم کافی ہی کہ اسی میں داخل ہوں گے تو یہ کس قدر بُرا ٹھکانا ہی۔

نجویٰ مصدر ہی اور تناجی کے معنی میں ہی، سرگوشی کرنا، یہ نجوہ سے لیا گیا ہی جس کے معنی بلند زمین کے ہیں، سرگوشی میں غیر آدمی کوئی بات نہیں سُن سکتا تو گویا وہ بھی ایک طرح کی اونچی زمین ہی کہ اس کی بلندی کی بنا پر کوئی غیر آدمی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر مخفی نہیں بلکہ اُس کے علم کا احاطہ اتنا وسیع ہی کہ اگر تین سے بھی کم آدمی کسی خفیہ مشورہ میں شریک ہوں تو اللہ کو اُس کی پوری خبر ہوتی ہی، وہ ہر جگہ موجود ہی اور ہر چیز کو جانتا ہی، ایک جگہ آتا ہی: أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (۹ : ۷۷) کیا اُنھوں نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ اللہ اُن کے بھیدوں کو اور اُن کی سرگوشیوں کو جانتا ہی اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں سے بھی خوب آگاہ ہی، دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا: أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ (۴۳ : ۸۰) کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے چپکے چپکے کی باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سُنتے، ضرور سُنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھتے جاتے ہیں۔

جس قسم کی سرگوشی بھی کروگے اللہ کے علم سے باہر نہ ہوگی، اور وہ ہر اُس ناجائز فعل پر تم سے مواخذہ کریگا جس سے دنیا کے نظام صالح میں خلل پڑیگا، اور تمہیں اپنے کیے کا بدلہ مل کر رہیگا۔

یہودیوں کی مجلسیں

جب رسول اللہ مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کے ساتھ آپ نے عہدنامہ مرتب کیا، اُن لوگوں نے یہ شرط منظور کرلی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے مگر باوجود اس کے اُنھوں نے اپنی خفیہ مجالس قائم کیں اور مسلمانوں کے خلاف

منصوبہ بازیاں کرنے لگے، انھیں اس حرکت سے بار بار روکا گیا، اور وہ برابر اس کا ارتکاب کرتے رہے۔ انکی مجلسوں کے اصول یہ تھے:

(۱) بداخلاقی کی نشرواشاعت۔

(۲) قانون شکنی، قانون پر نہ خود عمل کریں نہ دوسروں کو کرنے دیں۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی۔

پھر وہ اسی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ ان کی ناشائستہ حرکتیں یہاں تک ترقی کر گئیں کہ جب دربار رسالت میں حاضر ہوتے تو اسلامی آداب کو پس پشت ڈال کر کہتے: السام علیکم تم پر موت طاری ہو اور دل میں یہ کہتے کہ اگر آپ من جانب اللہ رسول ہوتے تو اس کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے ہم پر عذاب نازل ہوتا۔

ان مجنونوں کے لیے جہنم تو طیار ہی ہے مگر چونکہ وہ خود اس دنیا میں عذاب کے طلبگار ہیں، اس لیے انھیں مسلمانوں کے ہاتھوں دنیا ہی میں ذلیل کر دیا جائیگا، وہ بھی ان کی منصوبہ بازیوں کو توڑنے اور حق وصداقت کی نشرواشاعت کے لیے مشورے کریں گے، یہودی اگر چاہتے تو اپنی اصلاح کر سکتے تھے، اور اس کی صورت یہ تھی کہ علم الٰہی کا مراقبہ کرتے یقین کرتے کہ اللہ ان کے ظاہر اور باطن سے باخبر ہے، ایسی کوئی بات نہ کرتے جو ان کے ظاہر و باطن میں اختلاف ثابت کر دے مگر انھوں نے اسکی طرف بالکل توجہ نہ کی بلکہ عذاب خداوندی کے آرزومند ہوئے، اس لیے یہ خواہش اسی دنیا میں پوری کر دیجائیگی۔

اسلامی مجالس

(۹) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ۔ (۱۰) اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَعَلَی اللّٰہِ

مسلمانو! جب تم ایک دوسرے کے کان میں بات کرو تو گناہ کی اور زیادتی کرنے کی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں ایک دوسرے کے کان میں نہ کیا کرو، ہاں نیکی اور پرہیزگاری کو ایک دوسرے کے کان میں کہہ لو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جسکے حضور میں تم سب جمع کیے جاؤ گے، کانا پھوسی تو بس ایک شیطانی حرکت ہے تاکہ مسلمان اس کی وجہ سے آزردہ خاطر ہوں حالانکہ بے اذن خدا انکو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ

فلیتوکل المؤمنون۔ (۱۱) یا ایھا الذین
امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس
فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل
انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین
امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات
واللہ بما تعملون خبیر۔ (۱۲) یا ایھا
الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول
فقدموا بین یدی نجوکم صدقۃ
ذلک خیر لکم واطھر، فان لم تجدوا
فان اللہ غفور رحیم (۱۳) ءاشفقتم
ان تقدموا بین یدی نجوکم صدقت
فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا
الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا اللہ و
رسولہ واللہ خبیر بما تعملون۔

ہی پر بھروسہ رکھیں مسلمانوں جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں
کھل کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو کہ خدا تم کو بافراغت جگہہ دیگا اور
جب کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو کہ تم لوگوں میں سے
جو ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ اُن کے درجے بلند کریگا
اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے مسلمانو! جب تمکو پیغمبر کے
کان میں کوئی بات کہنی ہو تو کان میں عرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ
خیرات لاکر آگے رکھ دیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور
صفائی میں بڑا ہے پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان
ہے کیا تم ڈر گئے کہ کان میں بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات لاکر
آگے رکھ دیا کرو تو جس صورت میں تم تعمیل نہ کر سکے، اور
خدا نے تمہارا یہ قصور بھی معاف کر دیا تو نمازیں پڑھو،
اور زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو،
اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی خبر ہے۔

تفسحوا، ماخوذ ہے فسحۃ سے اسکے معنی کھل بیٹھنے کے ہیں، انشزوا، لیا گیا ہے نشز سے اُٹھ کھڑے ہونے کو کہتے ہیں۔
مسلمان جب اپنی مجالس شوریٰ قائم کریں تو اثم و عدوان اور معصیت رسول سے کلیۃً پرہیز کریں، وہ دنیا
میں امن و سلام اور حریت صادقہ کا پیغام لیکر آئے ہیں، اس لیے ان کی مجلسوں کے اصول اساسی حسب ذیل ہوں
(۱) بر، اخلاق صالحہ کی پابندی کا ہر وقت خیال رکھنا یہاں تک کہ سخت ترین تکالیف و شدائد اور خطرات و مہالک
میں بھی انہیں اپنے ہاتھ سے نہ دیا جائے کہ ملت اسلام کی دائمی حیات کا سربستہ راز اسی پابندی میں پنہاں ہے۔

(۲) تقویٰ قانون کی حفظ وصیانت کہ اخلاق فاضلہ اسی قانون کی پابندی سے پیدا ہونگے اس لیئے اسکی ظاہری شکل و صورت بھی محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۳) تقویٰ اللہ، اللہ سے جو عہد کر رکھا ہے اُس کی مخالفت نہ کرنا اس کی حفاظت نہ کی گئی تو اس کے بدترین نتائج اسی دُنیا میں ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے اور قیامت کے روز سب کے سامنے تمہیں ذلت اور رسوائی ہوگی۔

خوف مت کرو

یہودیوں نے مدینہ کے اطراف میں اپنی خفیہ مجالس قائم کر رکھی تھیں اور برابر مسلمانوں کے خلاف مشورے کیا کرتے تھے اب جب کہ فرزندان اسلام نے اپنی تنظیم اور بر و تقویٰ کے لیے مجلسیں قائم کیں تو انھیں اطمینان دلا دیا گیا کہ یہودیوں کی تمام سرگوشیاں شیطانی، نظام صالح کو توڑنے والی اور احکام الٰہیہ کی مخالفت کرنے والی ہیں ان کی اساس و بنیاد فسق و فجور بدعملی و بدکرداری اور بے راہ روی و بطالت پر ہے اس لیئے وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

جب مسلمان مدینہ میں آکر آباد ہوئے تو اُن کا یہودیوں کے ساتھ پیمان مودّت بندھ گیا تھا، اور وہ انپر اعتماد بھی کرتے تھے اب انھیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ ہمارے خلاف مشورے کر رہے ہیں اور ہمیں تہ و بالا کرنے کی فکر میں ہیں تو قدرتی طور پر انھیں رنج ہوگا، مگر انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے حکم کے بغیر انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

ارباب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کی اندرونی طاقت محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کریں اور اسکی صورت یہ ہے کہ صائب الرائے اور تجربہ کار لوگوں کی مجلس شوریٰ قائم کریں اور اس کام کو مال و دولت کے جمع ہونے پر موقوف نہ رکھیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کر کے اپنا فرض ادا کریں۔

گذشتہ آیات میں ایسی سرگوشی کی ممانعت ہے جو بر و تقویٰ کے خلاف ہو۔ رسول اللہ نے اسی ممانعت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: اذا کنتم ثلاثۃ فلایتناجی اثنان دون الثالث فان ذٰلک یحزنہ (بخاری)
جب تین آدمی ایک مجلس میں ہوں تو اُن میں سے دو الگ ہو کر سرگوشی نہ کریں کہ تیسرے کو اس سے تکلیف ہوگی۔

آداب مجلس

اگلی آیت سے مزید آداب و مراسم کی تعلیم دی گئی، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مجلس میں آتے ہیں تو دوسروں کو جگہ نہیں دیتے اور جلسہ برخاست ہونے کے باوجود بیٹھے رہتے ہیں اس لیے حسب ذیل ہدایات دیں۔

(الف) مجلس میں کشادہ ہو کر بیٹھو جدید نمائندگان قوم کو بھی ملکی و قومی معاملات پر بحث و مذاکرہ کا موقع دو اور اُن کی شرکت میں بخل سے کام نہ لو۔

(ب) جب ضروری مباحث طے ہو جائیں اور صدر مجلس جلسہ برخاست کرنے کا حکم دے تو پس و پیش کیے بغیر جلسہ گاہ کو خالی کر دو۔

مجالس ملی و قومی میں ہر ایک مسلمان کو شرکت کا موقع ملنا چاہیئے، وہ لوگ خود بخود ممتاز و نمایاں ہو جائیں گے جنہیں سب سے زیادہ فداکاری و سرفروشی کا جذبہ ہوگا اور جو کتاب و سُنت کے اسرار و معارف اور مصالح ملکی و وطنی میں غور روانی رکھتے ہونگے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے تمام قومی کاموں میں ایسے ہی ارباب فضل و کمال پر اعتماد کریں اور ایسے ہی لوگوں کو اپنی مجالس شوریٰ کے ارکان منتخب کریں دولت و ریاست کو معیار انتخاب قرار نہ دیں کہ اس کے نتائج بہت بُرے نکلیں گے۔

صدقہ کا حکم

منافقین کی حالت یہ تھی کہ وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی شروع کر دیتے اس سے آپ کا وقت ضائع ہوتا اور مسلمان آپ کی پند و موعظت سے محروم رہتے ان لوگوں کو روکنے کے لیے حکم ہوا کہ جو شخص آپ سے سرگوشی کرنا چاہتا ہے اس کے لیے طہارت اور پاکیزگی کی بات یہ ہے کہ شرکت سے قبل کچھ صدقہ دے یہی چیز اس کے اخلاص اور حسن نیت کی کسوٹی ہوگی

اس صدقہ کی غرض یہ تھی کہ:

(۱) اس نقصان کا کفارہ ہو جو رسول اللہ اور مسلمانوں کا ہوتا تھا۔

(۲) رسول کی عظمت کا اظہار ہو۔

(۳) مخلصین و معاندین کا امتحان ہو جائے۔

(۴) فقرا و مساکین کو فائدہ پہنچے

(۵) سرگوشیوں کا انسداد ہو۔

یہ حکم عام تھا اس لیے بہت سی مسلمان جو صدقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے رک گئے اس لیئے فوراً بعد فرما دیا کہ اگر تم روپیہ صرف نہیں کر سکتے اور دربار رسالت میں شرکت کی پوری قابلیت رکھتے ہو تو اس قانون پر خواہ مخواہ زور دینا مقصود نہیں اس کے بغیر بھی حاضر ہو کر مستفید ہو سکتے ہو۔

اسی مطلب کو اگلی آیت میں اور واضح کر دیا کہ اگر تمہاری مالی حالت اس بارگراں کی متحمل نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کام لیکر تم کو مستثنیٰ کرتا ہے مگر پھر بھی تمھیں حسب ذیل اوصاف کا پابند بننا پڑیگا۔

(۱) نماز صحیح طریقہ پر ادا کرو جس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہر بدنی تکلیف کو برداشت کرنے کے لیے طیار رہو۔

(۲) زکوٰۃ ادا کرو تنظیم ملت اس کے بغیر نا ممکن ہے

(۳) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اسلام کا ثبوت دینے کے بعد فرائض قومی میں شریک ہونے کے لیے جو حکم بھی تمہیں ملے اس میں برابر شریک ہو جب ان محاسن و فضائل کی پابندی کے بعد اپنی مجالس شوریٰ میں شرکت کرو گے تو اللہ تمہارا مددگار رہوگا۔

حزب الشیطٰن

(۱۴) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۱۵) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا

کیا تم نے انپر نظر نہیں کی جنھوں نے ایسے لوگوں سے دوستی جا لگائی جنپر خدا کا غضب ہے یہ لوگ نہ تم ہی میں ہیں نہ ان ہی میں اور باوجودیکہ وہ جانتے ہیں پھر بھی جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں ان کے لیئے خدا نے عذاب سخت تیار کر رکھا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ برائی کرتے ہیں

يَعْمَلُوْنَ۔ (١٦) اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (١٧) لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (١٨) يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (١٩) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (٢٠) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ۔

انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہی، اور راہ خدا سے لوگوں کو روکتے رہتے ہیں، تو ان کے لیئے ذلت کا عذاب ہے، اللہ کے ہاں نہ ان کے مال ان کے کچھ کام آئیں گے، اور نہ ان کی اولاد، یہ دوزخی لوگ ہیں کہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے، جس دن اللہ ان سب کو اُٹھائے گا تو یہ اُس کے آگے قسمیں کھائیں گے، جیسے تم مسلمانوں کے آگے قسمیں کھایا کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ خوب کر رہے ہیں، سنو جی، یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں، شیطان ان پر غالب آگیا ہی، اور اُس نے ان کو خدا کی یاد بھلادی ہی۔ یہ شیطانی گروہ ہی، سنو جی! شیطانی گروہ ہی برباد ہوگا، جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں، وہی ذلیل ترین لوگوں میں ہونگے۔

جنۃ ڈہال کو کہتے ہیں، یہ جَنّ سے لیا گیا ہی جس کے معنی ڈھانپنے کے ہیں، ڈہال بھی دشمن کی زد سے بچاتی ہی، اس لیے اسے جنۃ کہتے ہیں۔ استحوذ کہتے ہیں غلبہ کرنے کو لیا گیا ہی حذت الابل سے، جب کوئی شخص اونٹوں کے ریوڑ پر غالب آتا اور انھیں ایک جگہ جمع کر لیتا ہی تو بولا کرتے ہیں: حاذت الابل محذتھا حضرت عائشہ نے حضرت عمر کی تعریف میں فرمایا تھا: کان احوذیا، یعنی وہ ضابطہ اور جامع امور تھے۔

منافقین کی حالت ہے یہ کہ اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور یہودیوں سے دوستی رکھتے ہیں، جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہی، ایسے لوگ ہرگز قابل اعتماد نہیں، جو شخص اپنوں کو چھوڑ کر غیروں سے دوستی کرے گا، اُس پر نہ اپنے اعتماد کریں گے، نہ غیر، ان کی کیفیت اب یہ ہی کہ اپنی غلط کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ مسلمان انکے

فریب میں آجائیں اور ان کی عزت میں فرق نہ آئے اس قسم کے بُرے نمونے پیش کر کے لوگوں کو اسلام سے روکتے ہیں مگر یہ ذلیل ہو کر رہیں گے، پھر اُس وقت نہ مال کام آئیگا نہ اولاد۔

ان ملت فروشوں کی یہ حالت قیامت کے روز بھی ہوگی اسی طرح اللہ کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جیساکہ دوسری جگہ آتا ہے: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ، انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۶: ۲۳ و ۲۴) پھر اس سے بڑھ کر ان کا اور جھوٹ کیا ہوگا، کہیں گے ہم کو خدا ہی کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے کہ ہم تو شریک نہیں بناتے تھے، دیکھو تو سہی کس طرح اپنے اوپر آپ جھوٹ بولنے لگے اور ان کی افترا پردازیاں ان سے گئی گذری ہو گئیں۔

دنیا میں ان کا خیال یہ تھا کہ ہم خواہ کیسی ہی زندگی بسر کر رہے ہوں پھر بھی کچھ نہ کچھ مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ہی دیتے ہیں انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان پر شیطان کا غلبہ ہے ان لوگوں نے اسلام کے نفع و نقصان کو بالکل فراموش کر دیا ہے وہ نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتے، اور اپنی غلط کاری میں منہمک چلے جا رہے ہیں، ابو داؤد میں ایک حدیث ہے: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ اگر کسی گاؤں یا شہر میں تین آدمی رہتے ہوں اور وہاں نماز کی جماعت نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے، جس طرح کہ ایک بکری ریوڑ سے الگ ہو جائے تو بھیڑیا اس کو کھا جاتا ہے، بس جماعت کا التزام ضروری ہے۔

جن لوگوں کے خصائص اوپر بیان کیئے گئے ہیں یہ حزب الشیطان کے ارکان ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ لوگ ہمیشہ نقصان میں رہیں گے، یہ اللہ اور رسول کا مقابلہ کرتے ہیں اس لیئے ذلیل ہوں گے۔

حزب اللہ

(۲۱) كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ — خدا تو لکھ چکا ہے کہ ہم اور ہمارے پیغمبر ضرور غالب آکر رہیں گے، بیشک اللہ زورآور زبردست ہے

(۲۲) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ — جو لوگ اللہ اور روز آخرت کا یقین

يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا
آباءهم أو أبناءهم أو إخوانهم أو عشيرتهم
أولئك كتب في قلوبهم الإيمان
وأيدهم بروح منه ويدخلهم جنات
تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها
رضي الله عنهم ورضوا عنه أولئك
حزب الله ألا إن حزب الله هم المفلحون

رکھتے ہیں ان کو تم نہ دیکھو گے کہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفوں کے
ساتھ دوستی رکھیں گو وہ ان کے باپ یا اُنکے بیٹے یا اُنکے بھائی یا اُن کے
کنبے ہی کے کیوں نہ ہوں یہی ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا
نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضانِ غیبی سے ان کی تائید کی ہے اور وہ ان کو
باغوں میں لیجا داخل کریگا جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی
اور ہمیشہ اُن ہی میں رہیں گے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے
خوش یہ خدائی گروہ ہے سنو جی! خدائی گروہ ہی فلاح پائیگا۔

دائمی فیصلہ یہ ہے کہ میرا الہام اور میرے رسولوں کی تشریح اپنے زمانہ کے تمام قوانین و ضوابط پر غالب رہیگی میں خود قوی و عزیز ہوں اس لیے میں اپنے الہام اور اپنے رسولوں کو بھی قوت اور توانائی بخش کر غلبہ دونگا جو لوگ اس الہام کو غالب کرنے میں اپنی جان و مال قربان کریں گے اُن کی خصوصیات یہ ہوں گی:

(۱) اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھنے والوں سے وہ کبھی دوستی نہ کریں گے، اگرچہ وہ ان کے عزیز و قریب ہی کیوں نہ ہوں چنانچہ جنگ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے اپنے کافر باپ کو مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید کو حضرت عمر نے اپنے چچا عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ اسی طرح دوسرے صحابہ نے بھی اسلام کے مقابلہ میں رشتہ داروں کی کوئی پروا نہیں کی۔

(۲) وہ صرف زبان ہی سے ایمان کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ اُن کے دل بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہیں۔

(۳) اللہ ہر وقت انکی تائید میں رہتا ہے اور انھیں قوت و طاقت نوازش کرتا ہے۔

(۴) اور سب سے آخر میں یہ کہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

یہ ہے اللہ کی جماعت، اس کا ایک ایک حرف صحابہ کرام پر صادق آتا ہے یہ اپنی زندگی میں کامیاب ہوئے انھوں نے قرآن کو حکومت کا قانون بنایا اور اب بھی وہی جماعت کامیاب رہیگی جو قرآن کو سلطنت کا دستور العمل بنائیگی۔

رضی اللہ عنہم کے الفاظ ان بزرگان کرام کی فضیلت پر مہر لگاتے ہیں، اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہی جو ان پر زبان طعن دراز کرتے ہیں، اور ان پر بے بنیاد الزام لگاتے ہیں۔

الحشر

(آیات، ۲۴- رکوع، ۳)

تمہید

اس سورۃ کا نام حشر اور بنو نضیر ہی، اس لیے کہ اس میں بنو نضیر کی جلا وطنی کا ذکر ہی جنہوں نے غزوہ احزاب
میں مسلمانوں کے ساتھ غداری کی، اور کفار مکہ کو کھلم کھلا مدد دی، پچھلی سورت میں خفیہ سازشوں سے روکا گیا تھا
یہاں اس کی سزا بیان کردی، اس سورت میں پانچ مسئلہ حل کیے گئے ہیں:۔

(۱) مسلمانوں کی سلطنت کے ابتدائی اصول، جن پر اوائل سورت سے آیت ۵ تک بحث کی گئی ہی

(۲) اسلامی حکومت کی بقا، آیت ۱۰ پر یہ مضمون ختم ہوتا ہی۔

(۳) یہ حکومت فنا کس طرح ہوگی، اس پر آیت ۱۷ تک بحث چلی گئی ہی۔

(۴) قرآن پر عمل کا دعویٰ اور دنیاوی حکومت سے محرومی ناممکن ہی آیت نمبر ۲۱ تک یہی مضمون بیان
کیا گیا ہی۔

(۵) قرآن سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے استعداد چاہیئے، اور اس کے لیے ضرورت ہی کہ انسان اللہ
پر اعتماد کرے اور اس کی یاد سے غافل نہ ہو، اسی پر سورت کو ختم کردیا گیا ہی۔

سورۃ الحشر کا موضوع یہ ہی کہ توحید و حق پرستی کی نشر و اشاعت کے لیے مسلمان اپنی حکومت قائم کریں
کہ دنیا میں امن قائم ہو، کیونکہ صرف قانون الٰہی ہی امنیت عالم کا ذمہ دار و کفیل ہو سکتا ہی، جب تک انسانی قوانین
نافذ رہیں گے، اور غیر اللہ کی عبادت جاری رہیگی، امن نہیں ہوگا۔

قیام سلطنت

ایک نکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم والا مہربان ہے جتنی مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جتنی مخلوقات زمین میں ہے خدا کی تسبیح میں لگی ہے، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہے جیسا کہ دوسری جگہ آتا ہے: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (۱۷:۴۶) ساتوں آسمان اور زمین اور جو آسمان و زمین میں ہیں اس کی تسبیح میں لگے ہیں اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہیں۔

جس سورت کی ابتدا تسبیح سے ہوتی ہے اس میں مسلمانوں کو جدید فرض ادا کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تسبیح سے غرض اپنی بے نیازی کا اظہار ہے مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان فرائض کی ادائیگی اس کی تجید و تقدیس میں کوئی اضافہ نہیں کرتی اس لیے کہ تمام روحانیات و مادیات اس کی حمد میں مصروف ہیں بلکہ ان کاموں سے خود تمہاری ملت کو فائدہ پہونچیگا۔

تمہید میں ہم نے بیان کیا تھا کہ اس سورت میں مسلمانوں کو اپنی حکومت قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اسی لیے آخر میں اسماے الٰہیہ میں سے عزیز اور حکیم کا ذکر کیا کہ وہ فرزندان اسلام کو غالب کرے گا، اور سربلند

کرنے میں حکمت و دانائی سے کام لیگا۔

بنو نضیر

آئندہ دو رکوع میں بنو نضیر کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، یہ مدینہ کے یہودی تھے اور رسول اللہ کے حلیف، مگر انھوں نے ہمیشہ نقض عہد کیا، اور جنگ احد کے بعد تو ان لوگوں نے کھلم کھلا اپنی مخالفت کا اظہار شروع کر دیا، اسی درمیان میں رسول اللہ اپنے چند صحابہ کے ساتھ بنو نضیر کے پاس گئے، اور ایک خونبہا میں اُن سے مدد طلب کی، انھوں نے آپ کو تو ایک دیوار کے پاس بٹھا دیا اور ایک شخص کو اوپر بھیجدیا کہ وہاں سے آپ کے اوپر چکی کا پاٹ گرا دے، اللہ تعالی نے آپ کو ان کی شرارت سے مطلع کر دیا اور آپ واپس آگئے، اس کے بعد آپ نے اُن لوگوں سے کہدیا کہ اب ہمارا کوئی عہد تمہارے ساتھ نہیں، تم یہاں سے چلے جاؤ، ورنہ جنگ ہوگی، یہ بدبخت قریش اور منافقین کی خفیہ امداد پر اعتماد کر کے قلعہ بند ہو گئے، یہ گڑھیاں مضبوط اور بلند تھیں اور کھجوروں کے باغات سے گھری ہوئی تھیں مگر وقت پر کسی نے امداد نہ کی، اور ذلیل و خوار ہو کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اُن کو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا، اور فرمایا کہ آلات جنگ کے سوا جس قدر سامان تم اپنے اونٹوں پر لاد سکتے ہو لے جاؤ۔

اول الحشر

(۲) هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ (۳) وَلَوْلَا

وہی تو تھا جس نے کفار اہل کتاب کو اُن کے گھروں سے نکال باہر کیا، پہلا حشر جبکہ یہ نکالے گئے تم کو گمان نہ تھا کہ نکلیں گے، اور وہ اس خیال میں تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا سے بچالیں گے، تو جدھر سے ان کو گمان بھی نہ تھا خدا نے ان کو آلیا، اور ان کے دلوں میں دھاک ڈال دی کہ لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں اُجاڑنے، تو اے لوگو! جن کی آنکھیں ہیں اس سے عبرت پکڑو، اور اگر خدا نے جلاوطن ہونا ان کی تقدیر میں لکھدیا نہ ہوتا

اِنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (۴) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

توخدا ان کو دنیا میں سزا دیتا اور آخرت میں ان کو دوزخ کا عذاب ہی، یہ اس سبب سے کہ انھوں نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو خدا کی مخالفت کرے تو خدا کی مار سخت ہے۔

بنو نضیر کا محاصرہ کئی روز تک رہا انھیں اپنے قلعوں کی مضبوطی اور منافقین کی خفیہ امداد پر اعتماد تھا خود مسلمانوں کو بھی یہی خیال تھا کہ یہ لوگ آسانی سے قابو میں نہ آسکیں گے، مگر اللہ کا عذاب ان پر آیا پر آیا جیسا کہ دوسری جگہ آتا ہی: قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (۱۶:۲۸) ان سے پہلے لوگوں نے بھی تدبیریں کی تھیں تو خدا نے ان کی عمارت کی جڑ بنیاد سے خبر لی تو اس کی چھت ان ہی پر ان کے اوپر سے گر پڑی اور جدھر سے ان کو خبر تک نہ تھی عذاب نے ان کو آلیا۔

اللہ کا عذاب ان پر اس طرح نازل ہوا کہ سب سے پہلے ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لشکر کی ہیبت بیٹھ گئی انھیں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ضرور ہم پر غالب آکر رہیں گے آخر تنگ آکر انھوں نے رسول اللہ سے نامہ و پیام شروع کر دیا آپ نے فرمایا کہ تمھیں خیبر کی طرف جلاوطن ہونا پڑیگا اور لفظ اول الحشر فرما کر یہ پیشین گوئی کر دی کہ ان یہودیوں کو ایک مرتبہ پھر اسی جلاوطنی کی مصیبت برداشت کرنی پڑیگی چنانچہ یہ الفاظ سچے ثابت ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں انھیں خیبر سے بھی جلاوطن کر دیا اور یہ لوگ شام میں جاکر آباد ہو گئے۔

چلتے وقت انھیں اجازت تھی کہ آلات حرب کے سوا اور جس قدر سامان چاہیں اپنے ساتھ لیجا سکتے ہیں اس لیے آپ یہ اپنے گھروں کو خود ہی اپنے ہاتھوں گرا رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے گھروں کو تباہ کر رہے تھے اس لیے کہ محاصرہ میں انھیں ضرورت تھی کہ اپنے راستے سے تمام رکاوٹوں کو دور کر دیں۔

جو لوگ قوموں کی ترقی و تنزل کے اصول و کلیات میں غور کرتے ہیں ان کے لیے اس واقعہ میں بہت سی عبرتیں ہیں

سزا نرم تھی

جو سزا انھیں دی گئی، وہ نرم تھی اس لیے کہ وہ اپنی شرارتوں کی وجہ سے اس سے کہیں زیادہ سزا کے مستحق تھے اگر رسول اللہ ان کے لیے یہ سزا تجویز نہ کرتے تو انھیں دنیا ہی میں سخت ترین عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے اسلام کے فنا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، اور ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی، پس ان افعال شنیعہ کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

ان آیات کا ماحصل یہ نکلا کہ یہودی قانون الٰہی کے مخالف تھے، اور جانی اور مالی قربانی سے جی چراتے تھے، اس لیئے ذلیل و رسوا ہو گئے، مسلمان اللہ اور اس کے رسول کا ہر حکم ماننے کو طیار تھے، اور اس کی راہ میں صحیح مقصد کے لیے ہر قربانی کرنے کو مستعد، اس لیے انھیں فتح و کامرانی نصیب ہوئی، پس قاعدہ یہ بنا کہ مسلمانوں کی سلطنت صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے کہ:

(الف) اللہ کا ہر حکم ماننے کو تیار رہیں۔

(ب) جانی و مالی قربانی سے دریغ نہ کریں

درختوں کا جلانا

بنو نضیر کے مکانات کھجوروں کے درختوں سے گھرے ہوئے تھے، یہ بھی ان کی حفاظت کی ایک صورت تھی، مسلمانوں کے لیے ان کے گھروں تک پہنچنا آسان نہ تھا، اس لیئے فیصلہ کیا گیا کہ ان درختوں کو آگ لگا دی جائے، چنانچہ انھوں نے ان کو کاٹنا اور جلانا شروع کر دیا، اس پر یہودیوں نے رسول اللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان درختوں نے کیا قصور کیا ہے جو آپ ان کو جلا رہے ہیں، یہ باتیں سن کر مسلمانوں کے دلوں میں بھی کچھ خدشہ گزرا اس پر فرمایا:

(۵) مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ۔

کھجوروں کے درخت جو تم نے کاٹ ڈالے یا ان کی جڑوں سمیت کھڑا رہنے دیا تو خدا ہی کے حکم سے تھا، اور خدا کو منظور تھا کہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

لِینَۃ واحد، اس کی جمع الوان آتی ہے، اس کے معنی ہیں عمدہ کھجور کا درخت۔

بنو نضیر کا محاصرہ کیئے کئی روز ہو گئے تھے، ایک تو ان کے قلعے خوب مضبوط تھے پھر چاروں طرف سے کھجور کے درختوں نے ان کو اور زیادہ محفوظ کر دیا تھا، ایسی صورت میں مسلمانوں کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کی ہمت کو پست کرنے کے لیے ان درختوں کو کاٹ ڈالیں اور یہ سب کچھ قانون الٰہی کے اندر داخل تھا۔ مخالفین کی ہمتوں کو پست کرنے اور انہیں ضعیف، کمزور کرنے کے لیئے ان کی ہر چیز کو نقصان پہنچانا جائز ہے، ایسے ہی اگر دشمن اپنی عبادت گاہوں اور ہسپتالوں کو اپنا مرکز بنالے کہ بین الاقوام قانون کے مطابق ان پر مخالف حملہ نہیں کر سکیگا، تو لڑائی کے وقت ان حالات کی بنا پر ان کا گرانا بھی جائز ہو جاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو گرا کر اسے کوڑا کرکٹ کی جگہ بنا دیا کہ دشمن نے اس کو اپنی ریشہ دوانیوں کا مرکز بنا لیا تھا۔

فئی کی تعریف

(۶) وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۷) مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کو مفت میں ان سے دلوا دیا، تو تم نے اس کے لیے کچھ دوڑ دھوپ تو کی نہیں، نہ گھوڑوں سے اور نہ اونٹوں سے مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہے قابض کر دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوا دیا تو وہ اللہ کا ہے، اور رسول کا، اور رشتہ داروں کا، اور یتیموں کا، اور مسکینوں کا، اور مسافروں کا، یہ اس لیے کہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں ان ہی میں یہ مال چلتا پھرتا نہ رہے، اور جو چیز رسول تم کو دے وہ لے لو، اور جس سے تم کو منع کرے اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

(۸) لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ (۹)
وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ
صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ
عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ
يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔
(۱۰) وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

یہ محتاج مہاجرین کا ہے جو اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیے گئے
وہ اللہ کے فضل اور اُس کی خوشنودی کی طلب کرتے ہیں،
اور اللہ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی سچے لوگ ہیں؛
اور ان کا ہے جو ان سے پہلے مدینہ میں رہتے اور اسلام میں داخل
ہو چکے ہیں، جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت
کرتے ہیں، اور مہاجرین کو جو دیا جائے اس کی وجہ سے یہ
اپنے دل میں کوئی طلب نہیں پاتے، اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں
نہ ہو، مہاجرین کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اور جو شخص اپنی
طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائینگے
اور ان کا بھی حق ہے جو انکے بعد آئے، دعا کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار
ہمارے گناہ معاف کر، اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی معاف کر جو ہم سے
پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں انکی طرف سے جو ایمان لا چکے ہیں
کسی طرح کا کینہ نہ آنے پائے، اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنیوالا مہربان ہے

سورۂ انفال میں مال غنیمت کی تقسیم کا ذکر تھا، یہاں پر فئی کا بیان ہے جس کی تعریف خود اس آیت نے کر دی کہ لڑنے اور خون بہانے کے بغیر جو مال حاصل ہو وہ فئی ہے، بنو نضیر مدینہ سے باہر دو میل کے فاصلہ پر رہتے تھے جن کے لیے کسی خاص تیاری کی ضرورت نہ تھی جیسا کہ دوسری لڑائیوں میں کرنا پڑا۔

مصارف کی تعیین

یہ شاہی خزانہ ہے اس کی تقسیم یوں ہو گی:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مبارک کے لیے ایک حصہ رکھ لیں گے بخاری میں آتا ہے کہ

آپ نے ایک سال کا خرچ اپنی ازواج مطہرات کو دیدیا تھا۔

(۲) قرابت دار، بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے کفر کے زمانہ میں بھی آپ کی مدد کی تھی اس لیے انہیں بھی اس شاہی خزانہ سے دیا جائے گا۔ رسول اللہ کے بعد آپ کا جو جانشین ہوگا اس کا اور اُسکے اقارب کا خرچ بھی اسی پر ہوگا۔

(۳) یتیم

(۴) مساکین اور فقرا، ان کی تفصیل بعد کو آئے گی۔

(۵) ابن السبیل، شاہی مہمان، یا وہ لوگ جن کی مہمانداری سلطنت کے لیے مفید ہو۔

ان مصارف کے لیے کوئی رقم معین نہیں کی گئی بلکہ حاکم کی رائے اور صواب دید پر چھوڑا گیا ہے۔

تقسیم کی مصلحت

جو کچھ اوپر بیان ہوا اس کی غرض یہ ہے کہ صرف ارباب دولت و ثروت ہی مال پر قابض نہ ہو جائیں، بلکہ حقیقت میں جو مستحق ہیں اُن کے پاس جائے، اس لیے دولتمندوں کو اس تقسیم پر کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ وہ رسول کے فیصلہ کو قبول کریں، اور ویسے بھی یہ ظاہر بات ہے کہ وہ لوگ میدان جنگ میں اس لیے نہیں گئے تھے کہ مال جمع کریں، بلکہ اعلا رکلمۃ الحق ان کا مقصد تھا۔

فقرا کون ہیں

سب سے پہلے فقرائے مہاجرین کو دیا جائے گا جن کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ اپنے وطن اور جائداد سے محروم کر دیئے گئے۔

(۲) اللہ کے فضل و رضوان کے طالب ہیں۔

(۳) اللہ اور اُس کے رسول کی امداد و اعانت ان کا طغرائے امتیاز ہے۔

یہی لوگ پیکر اخلاص و محبت اور مجسمۂ صدق و مودت ہیں، یہ سب کے سب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آ آباد ہو گئے تھے۔

مہاجرین کے بعد انصار کے فقرا کی باری آئے گی، اس لیے کہ انھوں نے ان کی ہجرت سے قبل اسلامی حکومت کے لیئے ایک مرکز قائم کیا، ایمان باللہ کو اپنے دلوں میں جگہ دی، اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے درسگاہ کا افتتاح کیا، اور مہاجرین کا نہایت ہی خندہ پیشانی اور فراخ دلی سے استقبال کیا، ان کے ایثار و فدویت کی یہ حالت ہے کہ اگر مہاجرین کو کچھ ملتا ہے تو انھیں برا نہیں معلوم ہوتا، بلکہ ان کی محبت دینی اور جوش مذہبی کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ہر قسم کی تنگی کو برداشت کریں گے مگر انھیں اپنے اوپر ترجیح دیں گے۔

بخاری میں ہے کہ ایک شخص آپ کا مہمان بنا، آپ نے دریافت کیا تو گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا، اب آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ اسے کون مہمان رکھتا ہے، ابو طلحہ انصاری انہیں اپنے گھر لے گئے، اور بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ کے مہمان ہیں، ان کی اچھی طرح خاطر و مدارات کرنا، ان کی بیوی نے جواب دیا کہ ہمارے گھر میں اپنے بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں، آخر مہمان کے سامنے کھانا رکھا گیا، اور لڑکوں کو سلا کر چراغ گل کر دیا کہ مہمان کو یہی خیال ہو کہ سب گھر والے کھا رہے ہیں، مگر وہ سب بھوکے ہی سوئے، صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھر والوں کی تعریف کی، اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

جب بنو نضیر کا تمام سامان آپ کے پاس آیا تو آپ نے صرف انصار کو ان کے فقر و افلاس کی بنا پر انہیں سے کچھ دیا، اور باقی سب کا سب مہاجرین کے حوالہ کر دیا، آپ نے انصار سے دریافت کیا، اگر چاہو تو مہاجرین کو اپنے مکانوں میں سے حصہ دے دو، اور بنو نضیر کی زمین سب میں تقسیم کر دی جائے، اور کہو تو یہ جگہ مہاجرین کے لیے مخصوص کر دی جائے، انصار نے عرض کیا کہ ہم اپنے مال میں سے بھی انہیں دیتے ہیں، اور اموال بنو نضیر بھی آپ انھیں کو دیدیں۔

سچ ہے، صرف وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں جو بخل سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں، ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی کامیابی کا دار و مدار ان چیزوں پر ہے:

(الف) مال کی محبت نہ ہو۔

(ب) اپنی ضرورت پر قوم کی ضرورت کو ترجیح دیں۔

(ج) جہاد فی سبیل اللہ میں مقصد فضل و رضوان الٰہی کی طلب ہو۔

تیسرا گروہ

فئی کے حصہ دار وہ لوگ بھی ہوں گے جو قیامت تک دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے، جو اپنے گذرے ہوئے بھائیوں کے لیے دعا کریں گے، اپنے دلوں میں اُن کے لیئے کینہ اور حسد نہ پیدا کریں گے، اور اللہ کی رحمت کے طالب ہوں گے اس لیئے کہ اُس کی رحمت کے بغیر کوئی قوم آگے نہیں بڑھ سکتی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے تین درجے ہیں، مہاجرین، انصار، اور یہ تیسرا گروہ، مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس آخری گروہ سے خارج نہ ہوں۔

جبن و نامردی

(۱۱) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۱۲) لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۳) لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (۱۴) لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ

کیا تم نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے بھائیوں کفار اہل کتاب سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی نہیں مانیں گے، اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں، اگر وہ جلاوطن کردیئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو یہ اُن کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر اُن کی مدد کی تو ضرور پیٹھ پھیر دیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی، تمہارا ڈر تو ان کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر ہے یہ اس لیے کہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں، یہ سب مل کر تم سے لڑ نہیں سکتے مگر محفوظ بستیوں میں، یا دیواروں کی آڑ میں، آپس میں ان کی بڑی دھاک بیٹھی ہوئی ہے،

بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۔ تو ان سب کو ایک سمجھتا ہو مگر ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں،
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۔ اس لیے کہ یہ عقل نہیں رکھتے۔

بنو نضیر کا محاصرہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا، بلکہ مسلمانوں کی ان کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی، اُس وقت منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی ان یہودیوں کے ساتھ خفیہ طور پر ساز باز کر رہا تھا، مسلمانوں کی تمام نقل و حرکت کی خبریں انکے پاس دم بدم پہنچ رہی تھیں، اور اس نے تمام منافقین کی طرف سے یہ پیغام بھیجدیا تھا کہ تم ہمت نہ ہارو خوب جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کرو، اگر تم جلاوطن کر دیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں، ہم اس میں کسی کا لحاظ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے لڑائی ہو تو ہم یقیناً تمہارا ساتھ دیں گے۔

یہ خفیہ نامہ و پیام جاری تھا کہ قرآن نے ان کا بھانڈا پھوڑ دیا اور یہ بھی ساتھ ہی کہدیا کہ منافقین اپنے تمام دعاوی میں جھوٹے ہیں، اگر بنو نضیر کو جلاوطن کیا گیا تو یہ بزدل منافقین ہرگز اپنا وعدہ پورا نہ کریں گے، نہ ان کے ساتھ جلاوطن ہوں گے اور نہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں گے، اور اگر بالفرض مدد بھی کی تو ہرگز اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہونگے بلکہ شکست کھائیں گے اور ہر جگہ ذلیل ہوں گے۔

قرآن نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا، اگر منافقین میں جرأت اور دلیری ہوتی تو اس کو جھوٹا ثابت کرتے مگر یہ کچھ نہ کر سکے اور اپنی آنکھوں سے انھوں نے بنو نضیر کو جلاوطن ہوتے دیکھا۔

اس کا سبب

ارباب نفاق اپنے وعدہ کو پورا نہ کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ ضعف و کمزوری اور جبن و نامردی اُن کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے، مسلمانوں کا خوف ان کے دلوں میں جاگیر ہے اور ڈرتے ہیں کہ ان کی شرارتیں مسلمانوں پر کھل نہ جائیں، حالانکہ ان بدبختوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور اپنی حالت درست کرلینی مگر یہ احمق اتنی بات نہیں سمجھتے: يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً (۴ : ۷۷) لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے خدا سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اب ان کے دوستوں کو دیکھو ان میں اتنی ہمت نہیں کہ کھلے میدان میں نکل کر بہادری کے جوہر دکھائیں قلعہ بند ہو کر دیواروں کی آڑ پکڑتے ہیں کہ مرنے سے بچ جائیں بظاہر وہ متحد دکھائی دیتے ہیں مگر دل الگ الگ ہیں انکا باہمی اختلاف بات بات میں ظاہر ہوتا ہے انھیں اتنی عقل نہیں کہ اتحاد کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔

مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر ان کے بعض افراد کفار سے مل گئے، اور آپس کا اتحاد کھو دیا تو ان کی تباہی یقینی ہے مگر آج تو یہودیوں اور منافقوں کی ایک ایک صفت مسلمانوں کے اندر ملتی ہے، پھر کامیابی کیسے۔

ایک مثال

(۱۵) كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۶) كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۷) فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ۔

ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو ان سے پہلے اپنے کیے کا مزہ چکھ چکے ہیں، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، شیطان کی مثال کہ وہ آدمی کو کفر کے لیے کہتا ہے، پھر جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو شیطان کہتا ہے میں تم سے بری ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، پھر ان دونوں کا انجام یہی ہوتا ہے کہ دونوں دوزخ میں جائیں گے، اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

ان بدبختوں کے ساتھ وہی ہوا جو ان سے قبل دشمنان اسلام کے ساتھ ہو چکا تھا، جنگ بدر میں کفار مکہ کو ایسی سخت شکست ہوئی تھی کہ اس نے ان کی ہمتیں پست کر دیں، اس کے بعد بنو قینقاع نے اپنی اسلام دشمنی کا نتیجہ دیکھ لیا، اب انھوں نے معاہدہ توڑا، اور پندرہ دن کے محاصرے کے بعد شام کی طرف جلاوطن کر دیے گئے۔

شیطان کی حالت یہ ہے کہ وہ انسان کو بہکاتا ہے، اور جب وہ گناہ کر بیٹھتا ہے تو اُس سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ شیطان اور اُس کا رفیق جہنم کی آگ سے بچ نہیں سکتے۔

بالکل یہی مثال منافقوں اور یہودیوں کی ہے، منافقوں نے ان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا، اور اپنی مدد کا وعدہ

کرکے ان کی ہمت بندھائی، یہودی ان کے بھرّے میں آکر لڑائی پر آمادہ ہوگئے، مگر عین وقت پر انھوں نے علیحدگی اختیار کرلی اب اگرچہ منافقوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور اس طرح مسلمانوں پر اعتماد قائم کرنے کی کوشش کی مگر عذاب الٰہی سے دونوں کو دوچار ہونا پڑیگا۔

مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

(۱۸) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۹) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۲۰) لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھے کہ کل کے لیئے اس نے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انھیں اپنے آپ کو بھلا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں، دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے، جنتی ہی کامیاب لوگ ہیں، اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تم اس کو دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا اور پھٹ پڑا ہوتا اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیئے بیان کرتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ یہود اور منافقوں کی پیروی نہ کریں بلکہ اللہ کا تقویٰ ان کا طغرائے امتیاز ہو ہر کام میں ہاتھ ڈالنے سے قبل دیکھ لیں کہ کل ان کاموں کا نتیجہ کیا نکلے گا اور دوسروں پر ان کا کیا اثر پڑیگا، مفسرین کرام نے غد سے مراد عموماً قیامت لی ہے لیکن اگر اس کا اطلاق وسیع کر دیا جائے تو اسکے معنی ہمہ گیر ہو جائینگے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ جو کام ہم آج کر رہے ہیں اس کا اثر جلد یا بدیر ہم پر، ہماری قوم، ملک اور تمام نوع انسانی پر کیا پڑیگا، اس قدر غور و فکر کے بعد کسی کام کو کرنا چاہیئے اور ہر کام میں اللہ کا خوف ہمیشہ پیش نظر رہے۔ ایسے لوگوں کی پیروی سے بچنا ضروری ہے جنھوں نے عہد و میثاق کو فراموش کر دیا اور اللہ کے قانون کو

بھول گئے اس کا نتیجہ ان کو یہ ملا کہ وہ اپنی بہتری کو بھول گئے حق و باطل اور نور و ظلمت کی تمیز ان کے دل سے اٹھ گئی اگر مسلمان ایسا کریں گے تو انھیں بھی یہی سزا ملے گی۔

بخط مستقیم مخالف

جنتی اور دوزخی کبھی برابر نہیں ہو سکتے، چنانچہ دوسری جگہ آتا ہے: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۴۵: ۲۰) جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دینگے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی یہ جو دعوی کرتے ہیں بُرے ہیں۔ دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے: وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (۴۰: ۵۸) اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے نیکوکار اور نہ بدکار تم بہت کم غور کرتے ہو فرمایا: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (۳۸: ۲۸) جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے کیا ان کو ہم اُن کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے،

کامیابی صرف اہل جنت ہی کو ہوگی، اور یہ صرف قیامت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس کا اولین نتیجہ اسی دنیا میں ظاہر ہوگا: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (۵۸: ۲۱) خدا کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۳: ۱۳۹) اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب ہوگے۔ اس وقت اگر بعض جگہ مسلمانوں کو حکومت حاصل نہیں، بلکہ مغلوب ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس قدر اہل جنت کے صفات سے دُور ہیں اُسی قدر وہ محکومیت کی لعنت میں مبتلا ہیں۔

قرآن کے اثر و نفوذ کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کر دیا جاتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، تو کیا جو لوگ قرآن پر عمل کرتے ہیں یا اس کے مدعی ہیں ان کے اعمال اور اخلاق میں تہذیب و شائستگی

نہ آئے گی، آفتاب کے ساتھ دن کا نکلنا ضروری ہے، ایسے ہی قرآن پر عمل کرنے کے بعد غلامی و محکومی کا رہنا غیر ممکن اور محال ہے۔

مسلمان اس مثال میں غور و فکر کریں، قرآن کی کارفرمائی اور دعوی حکومت اب بھی ہے اور ہمیشہ رہیگا، جس وقت بھی اس پر صحیح طریق سے عمل شروع ہو جائے گا، حکومت مل کر رہیگی، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

اسمائے الٰہیہ

(۲۲) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہ بڑا مہربان رحم والا ہے۔

(۲۳) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۲۴) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، پاک ذات ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، زبردست ہے، بڑا دباؤ والا ہے، بڑی عظمت والا ہے، یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے، وہی اللہ خالق ہے، موجد ہے، صورتیں بنانے والا ہے، اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں، جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اسکی تسبیح کرتے ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

مسلمانوں کو اگر دنیا میں زندہ رہنا ہے تو وہ اس اللہ سے رشتہ جوڑیں جو عالم الغیب والشہادہ ہے، جو ہماری موجودہ اور آئندہ ضروریات کو جانتا ہے اور جو تمام حاجات کا پورا کرنے والا ہے۔

انسان جب عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو اُسے بادشاہ سے تعلق رکھنا پڑتا ہے، مسلمان کو چاہیئے کہ فقط اللہ سے رشتہ جوڑے جو خود بادشاہ ہے اور دوسروں کو بادشاہی بخشتا ہے۔

القدوس، بادشاہ ہونے کے باوجود کسی کا محتاج نہیں، اس کی ذات بالکل بے عیب ہے، اس سے اگر تعلق رکھنا ہے تو فسق و فجور سے بچو، اس کی برکات بے حساب ہیں۔

السلام، ہر عیب سے پاک ہے، عارضی طور پر بھی اُس میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔

المومن، نہ صرف خود سلام ہے بلکہ دوسروں کو بھی امن دینے والا ہے انہیں ناگہانی خطرات و مہالک آفات و بلیات اور تکالیف و شدائد سے امن میں رکھنے والا ہے۔

المہیمن، نگہبان ہے، اگر کوئی شخص اُس کی پناہ میں آنا چاہے اور تمام دنیا اس کو رد کر چکی ہو تو وہ اُسکی حفاظت کرتا اور اُس کو اپنی پناہ میں لیتا ہے، تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے۔

العزیز، اس قدر صاحب قوت و اقتدار ہے کہ کسی کو یارائے دم زدن نہیں، اور اُسکی کوئی نظیر نہیں مثل کیجا سکتی

الجبار، پورا با اختیار ہے، کوئی خارجی طاقت اُس پر اثر نہیں ڈال سکتی، اور اُسکے کام میں کاوٹ نہیں پیدا کر سکتی

المتکبر، بڑی سے بڑی عظمت و کبریائی اور بزرگی و برتری کا مالک ہے۔

یہ اوصاف جو اوپر بیان کیے گئے ہیں، فقط اللہ کے اندر ہیں اُسکی ذات شریک سے بالکل پاک ہے، یہ وہ اسمائے الٰہیہ تھے جو اُسکی قدرت اور عظمت سے تعلق رکھتے ہیں، اب وہ نام آتے ہیں جو ایجاد سے تعلق رکھتے ہیں۔:-

الخالق، وہی اللہ ہے جس نے تمھیں مختلف صورتوں میں پیدا کیا، مادہ منتشر تھا اُسنے جمع کر کے تمھیں بنایا۔

الباری، بغیر مادے کے پیدا کرنے والا۔

المصوّر، مادہ کو صورت بخشنے والا۔

پس جس اللہ نے تمھیں ایسا بنایا، وہی تمھاری ضروریات بھی پوری کریگا، اُس کے جس قدر نام ہیں ایسی ہی صفات کے جامع ہیں، اسی کو پکارو، اور اُسی کی تمجید و تقدیس بیان کرو، اگرچہ تمھاری حمد اُس کی بزرگی میں کوئی اضافہ نہ کریگی، اس لیئے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں اُس کی ثنا و ستایش میں ہمہ تن مصروف ہیں، البتہ اِسکا فائدہ تمھیں پہنچیگا، وہ تمھیں غالب کر کے حکومت نوازش کریگا۔

الممتحنہ

(رکوع ۲ - آیات ۱۳)

تمہید

اس سورت کا موضوع یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے ساتھ تعلقات رکھنا ممنوع ہے، اس کی تائید میں حضرت حاطب کا قصہ بیان کیا اور آیت نمبر ۶ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اُسوۂ حسنہ کی تفصیل کی کہ تقلید کے قابل فقط یہی ایک ذات ہے۔ آیت نمبر ۹ تک کفار کے اقسام بیان کر کے بتایا کہ جو کافر تم سے جنگ نہیں کرتے، اُن کے ساتھ احسان اور انصاف کی ممانعت نہیں۔ آیت نمبر ۱۳ تک اُن عورتوں کا ذکر کیا جو اپنے خاوندوں سے الگ ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائیں اور اسلام کا دعویٰ کریں، اُنکا امتحان لے لیا جائے، اگر وہ واقعی مسلمان ہوں تو پھر انھیں کفار کی طرف واپس کیا جائے۔

یہ سورت مدنی ہے، صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی ہے، اس سورت میں حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کا امتحان لے لیا جائے، اس لیے اس سورت کا نام الممتحنہ قرار پایا۔

ترک موالات

واقعہ کی تفصیل

جب صلح نامہ حدیبیہ کو کفار مکہ نے توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور کوشش کی کہ اس فوج کشی کی خبر نہ ہونے پائے، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اس تمام تیاری کا حال ایک خط میں لکھا، اور خفیہ طور پر اُسے کفار قریش کے پاس روانہ کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اطلاع کر دی، اور آپ نے حضرت علی، زبیر بن العوام اور مقداد کو روانہ کیا، اور فرمایا کہ روضہ خاخ پر تمہیں ایک عورت ملے گی، اُس کے پاس سے حاطب کا خط لاؤ۔

یہ لوگ جب وہاں پہونچے تو اُس عورت سے خط طلب کیا، مگر اُس نے صاف انکار کر دیا، اب انہوں نے اُسے دھمکی دی کہ اگر تو خط نہ دیگی تو ہم تیرے کپڑے اتار کر تلاشی لیں گے، وہ ڈر گئی، اور اپنے گدی کے بالوں میں سے خط نکال کر ان کے حوالہ کر دیا،

خط حضرت حاطب کا تھا جو مہاجر تھے، اور جنگ بدر میں شریک تھے، رسول اللہ نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے عرض کیا: مالی الا ان اکون مومنا باللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اردت ان تکون لی عند القوم ید یدفع اللہ بہا عن اہلی و مالی ولیس احد من اصحابک الا لہ ھناک من عشیرتہ من یدفع اللہ بہ عن اہلہ و مالہ = میں اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہوں، جسقدر یہاں صحابہ ہیں سب کے عزیز و قریب مکہ میں موجود ہیں جو اُن کے اہل و عیال کی حفاظت کرینگے، مگر میرا وہاں کوئی عزیز نہیں، میں نے کفار کو خط لکھا کہ اس طرح میرے بال بچے ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، حاطب نے سچ کہا، ان کی بات

ہمیشہ اچھا ذکر کیا کرو، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: انه قد خان الله ورسوله والمؤمنين فدعني اضرب عنقه- اس نے اللہ، رسول اور کافہ اہل اسلام سے خیانت کی ہے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا: الیس انه من اهل بدر؟ فقال لعل الله قد اطلع على اهل بدر؟ فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة او غفرت لكم- بدریوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں بخش دیا، اور تمہارے لیے جنت لازم کردی۔ اس پر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عرض کیا: الله ورسوله اعلم-

دوستی کی ممانعت

بسم الله الرحمن الرحيم (۱) يٰايها الذين امنوا لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء تلقون اليهم بالمودة وقد كفروا بما جاءكم من الحق يخرجون الرسول واياكم ان تؤمنوا بالله ربكم ان كنتم خرجتم جهادا في سبيلي وابتغاء مرضاتي تسرون اليهم بالمودة وانا اعلم بما اخفيتم وما اعلنتم ومن يفعله منكم فقد ضل سواء السبيل (۲) ان يثقفوكم يكونوا لكم اعداء ويبسطوا اليكم ايديهم والسنتهم بالسوء وودوا لو تكفرون (۳) لن تنفعكم ارحامكم ولا اولادكم يوم القيمة يفصل بينكم والله بما تعملون بصير-

مسلمانو! اگر تم ہماری راہ میں جہاد کرنے اور ہماری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے نکلے ہو تو ہمارے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ لگو انہیں دوستی کے پیغام دینے، حالانکہ جو تمہارے پاس حق آیا ہے وہ اس سے انکاری ہیں، وہ تو صرف اتنی بات پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ ہی کو مانتے ہو، رسول کو اور تم کو نکال رہے ہیں، اور تم چپکے چپکے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو، اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو، اور جو ظاہر کرتے ہو، ہم خوب جانتے ہیں، اور جو تم میں سے ایسا کریگا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔ اگر یہ تم پر قابو پا جائیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور ہاتھ اور زبان سے برائی کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور ان کی تمنا یہ ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ، قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں ہی تمہارے کچھ کام آئیں گی اور نہ تمہاری اولاد ہی۔ اس دن خدا تم میں فیصلہ کرے گا، اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

جو لوگ اللہ کی تعلیم کے دشمن ہوں، مسلمانوں کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہوں، کھلے الفاظ میں قرآن کا انکار کر چکے ہوں، بلکہ اسی ایمان باللہ کی بنا پر وہ اللہ کے رسول اور مسلمانوں کو جلاوطن کرتے ہوں، ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو کبھی دوستی نہ رکھنا چاہیئے۔

تم لوگوں سے اپنے وطن و دیار، عزیز و قریب اور املاک و جائداد کو اس لیے خیرباد کہا ہے کہ میری راہ میں جہاد کرو، میری تعلیم کی نشر و اشاعت کرو، اور اس میں صرف میری ہی رضامندی مطلوب ہو، پھر کوئی وجہ نہیں کہ معاندین اسلام کے ساتھ سازباز کرتے پھرو، تم دنیا کو دھوکا دینے اور اپنی غلط کاری کو چھپانے کے لیے عذر پیش کرتے ہو، مگر اللہ پر یہ حقیقت مخفی نہیں رہ سکتی، اگر آئندہ کسی مسلمان نے اس کا ارتکاب کیا، اور جاسوس بن کر اس نے مسلمانوں کے رموز و اسرار دشمنوں پر ظاہر کیئے تو اسلام سے اُس کا رشتہ ٹوٹ گیا، اور وہ صراط مستقیم سے ہٹ گیا۔

اب تم اُن لوگوں کے حالات کا مطالعہ کرو، جن سے تم دوستی کرنا چاہتے ہو، اُن کی حالت یہ ہے کہ اگر تم اُنکے قابو میں آجاؤ تو تم سے پوری دشمنی کریں گے، تمہیں تباہ کرنے میں اپنی تمام قوت صرف کر دیں گے، زبان اور قلم سے تمہارے اور تمہارے بزرگوں کے خلاف زہر اگلیں گے، اور ہر وقت ان کی یہی کوشش ہوگی کہ تم اسلام ترک کر کے انکے حلقہ بگوش بن جاؤ، اور ان کی سیاست کی پیروی کرو۔

مرض کا سبب

اہل و عیال، عزیز و قریب اور خانگی ضروریات ہی کی بنا پر انسان اپنی قوم اور ملک سے غداری کرتا ہے، اور غیروں کے لیے جاسوسی کا کام بجالاتا ہے، اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے دربار میں اس کا یہ عذر نہ سُنا جائیگا جب اعمال کا احتساب ہوگا تو ان میں سے کوئی بھی اس کے کام نہ آئیگا، اور اس کے جرم کا کفارہ نہ بنے گا، بلکہ فقط اسی بازپرس ہوگی، اور وہی سزا بھگتے گا، حاصل یہ نکلا کہ

جو لوگ تمہاری تعلیم کے مخالف ہوں،

تمہارے بزرگوں سے عداوت رکھتے ہوں۔

اور خود تمہارے دشمن ہوں

ان سے دوستانہ تعلقات ممنوع و ناجائز ہیں، اور جو شخص ان کے لیے جاسوسی کا ارتکاب کریگا وہ راہ حق سے دور ہو جائیگا۔

اُسوۂ حسنہ

(۴) قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ
وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ
مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا
بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ
أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ
لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ
اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ
أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (۵) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا
فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۶) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ
الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

ابراہیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے تمہارے لیے ان کا ایک اچھا نمونہ
ہو گذرا ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہمکو تم سے اور انسے جنکی تم
خدا کے سوا پوجا کرتے ہو کچھ سروکار نہیں، ہم تمکو نہیں مانتے، اور ہم میں اور
تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی ہو گئی ہے اور ہمیشہ کیلئے جبتک تم
اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ، مگر ابراہیم نے اپنے باپ سے اتنی بات کہی کہ میں
تمہارے لیے ضرور مغفرت کی دعا کرونگا اور تمہارے لیئے خدا کے آگے
میرا کچھ زور تو چلتا نہیں، اے ہمارے رب! ہم تجھ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں
اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے، اے
ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا، اور اے ہمارے رب!
ہمارے گناہ معاف کر، بیشک تو زبردست حکمت والا ہے، تمہارے لیے جو کوئی
خدا اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اُسکے لیے ان لوگوں کا ایک اچھا نمونہ ہو گذرا
ہے، اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ بے نیاز، سزاوار حمد ہے۔

اگر جہاد فی سبیل اللہ کے وقت تمہیں اپنے بال بچوں، عزیز و قریب اور مال و دولت کا خیال دامن گیر ہو تو تمہیں ابراہیم اور اُنکے رفقاء کار سے سبق حاصل کرنا چاہیئے، انھیں بھی یہی وقت پیش آئی تھی، ان کی قوم شرک و بت پرستی کی دعوت دیتی تھی اور اس کے صلے میں انھیں عزت و سربلندی، جاہ و حشمت اور مال و دولت پیش کرتی تھی، اور قید کی

کی تنگ و تاریک کوٹھریاں آہنی زنجیروں کی کھٹاکھٹ اور سولی کے تختے تھے اور یہ اُس وقت کہا جب بادشاہ، سرداران ملک اور قوم سب کے سب بُت پرست تھے صرف ابراہیمؑ اُن کی بیوی اور اُن کے بھتیجے لوط مسلمان تھے، قوم کو ہر طرح کا غلبہ حاصل تھا ایسی بے کسی کی حالت میں انھوں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور کہا :

ہم تم سے تمہارے معبودانِ باطل سے اور دجاجلہ کفر و شیطنت سے اپنی پاک دامنی کا اظہار کرتے ہیں، ہم کفر و ارباب کفر سے تمرد و سرکشی اور بغاوت کا اعلان کرتے ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان دائمی بغض و عداوت کی دیوار حائل ہوگئی اور جب تک تم ایک اللہ کے غلام نہ بن جاؤ ہم تم سے برابر برسرپیکار رہیں گے اور تمہیں ذلیل و رسوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرینگے۔

ایک استثنا

جس وقت حضرت ابراہیم اپنی قوم سے یہ گفتگو کر رہے تھے، تو انھیں خیال تھا کہ انکا باپ توحید کا اس درجہ مخالف نہیں جس قدر اس کی قوم ہے اس لیے انہوں نے اپنے باپ سے یہ وعدہ کرلیا کہ میں تمہارے لیے اللہ سے معافی طلب کروں گا، مگر ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اُس پر واضح کر دی کہ اس پر اترا نہ جانا میرا کام فقط دعا کرنا ہے اور کوئی چیز میرے اختیار میں نہیں۔

کچھ مدت کے بعد انھیں معلوم ہوگیا کہ انکا باپ بھی ویسا ہی دشمن توحید ہے تو انھوں نے اُس سے بھی علیحدگی اختیار کرلی اس استثناء سے یہ بتانا تھا کہ جو لوگ قانون الٰہی کے مخالف ہیں اُن پر کسی قسم کا رحم نہیں کیا جاسکتا، ابراہیم بڑے حلیم اور بردبار تھے، مگر دشمنان دین و ملت سے انھیں بھی تعلقات منقطع کرنے پڑے، اس لیے کہ حق و حریت کے لیے سب کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (۹: ۱۱۴)

لیکن جب ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اُس سے بیزار ہوگئے کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔

محکومیت سے بچانا۔

جب ابراہیم اور اُن کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کرلی تو دعا کی اے ہمارے پروردگار ہمیں

تجھ پر اعتماد کرکے ہم نے اپنے عزیز و اقارب اور وطن و دیار کو چھوڑا ہے، ہم تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں کہ آخر سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے اللہ، ہمیں کفار کا محکوم اور تختۂ مشق نہ بنا، اگر اس آزادی کی راہ میں ہم سے غلطیاں ہوں تو درگذر کرنا اور ہمیں اپنے دشمنوں پر غلبہ دینا۔

یہ نمونہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اعمال کی بازپرس سے ڈرتے ہیں، جب قرآن کریم کے بلند و برتر کرنے کا عزم صمیم کر لیا، تو پھر بال بچوں کا عذر پیش کرکے اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا، بلکہ قرآن کی خاطر سب کچھ ترک کرنا پڑے گا۔

دیکھو! ابراہیم نے اللہ کی خاطر اپنے رشتہ داروں اور وطن کو چھوڑ دیا، اللہ نے انھیں یہ برکت دی کہ آج مسلمان عیسائی یہودی اور مجوسی ان کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں، پس ان کا نمونہ بہترین نمونہ ہے، اگر تم اس تعلیم کو ترک کر دوگے اور اس نمونہ کی پیروی نہ کروگے تو اللہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم سے کام لے لیگا: اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۱۴: ۸) اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ناشکری کرو، تو خدا بھی بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔

احسان و انصاف

مذکورۃ الصدر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے دشمنان اسلام سے دوستی، احسان اور انصاف ممنوع ہے، اس غلط فہمی کو یوں دور کیا جاتا ہے:

(۷) عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

عجب نہیں کہ خدا تم میں اور اُن لوگوں میں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو، دوستی پیدا کر دے، اور خدا قادر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اُن کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا،

يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (٩) اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، خدا تو انہیں لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کرینگے وہی ظالم ہیں۔

جن لوگوں کو آج تم اپنا دشمن خیال کرتے ہو ممکن ہے آگے چل کر وہی تمہارے دوست بن جائیں، چنانچہ فتح مکہ کے روز ان الفاظ کی تصدیق ہوگئی، تمام دشمن دوست بن گئے اور سب جگہ اسلام ہی اسلام نظر آنے لگا۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کافروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور انصاف کریں جو نہ انکے دین کی بنا پر جنگ کرتے ہیں اور نہ انھیں جلا وطن کرتے ہیں۔

یہ کفار کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے ذمیوں کا درجہ ان سے کہیں زیادہ بلند ہے تمدنی حالت میں وہ مسلمانوں کے برابر ہیں، جو لوگ اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں وہ ان آیات کو بغور پڑہیں۔

دوستی کی ممانعت اُن لوگوں سے ہے جو تم سے صرف اس لیے جنگ کرتے ہیں کہ تم مسلمان ہو تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، تمہاری حکومتوں کو برباد کرنیکی فکر میں ہیں اسی جرم میں تمھیں جلا وطن کرتے ہیں پھر اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ وہ دوسری سلطنتوں کو بھی اسی شیطنت پر ابھارتے ہیں اور اندر ہی اندر اُن کی مدد کرتے ہیں۔

ایسے خبیث اور بد باطن لوگوں سے جو مسلمان دوستی کریگا وہ اپنا نقصان کریگا اور ملت اسلام کی تباہی کا باعث ہوگا

ایمان کی جانچ

(١٠) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى

مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آیا کریں تو تم ان کی جانچ کرلیا کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، تو اگر تم ان کو سمجھو کہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو، نہ یہ

إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۱۱) وَإِن فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ؏

کافروں کو حلال اور نہ کافر ان کو حلال اور جو کچھ کافروں نے خرچ کیا ہے وہ اُن کو ادا کر دو، اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر تم ان سے نکاح کر لو اور کافر عورتوں کی ناموس پر قبضہ نہ رکھو، اور جو تم نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لو اور جو انھوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے جو تم لوگوں میں صادر فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں میں جا ملے پھر تم کو کافروں سے لوٹ ہاتھ لگے تو جن کی بیبیاں چلی گئی ہیں جتنا خرچ اُن کا ہوا ہو اُن کو دو، اور اللہ سے جس پر تم ایمان لا چکے ہو ڈرتے رہو۔

صلح نامہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر کفار قریش کا کوئی مرد بھاگ کر مدینہ آجائے تو مسلمان اُس کو واپس کر دیں گے اور اگر کوئی مسلمان بھاگ کر کفار کے پاس چلا جائے تو وہ اُسے واپس نہیں کریں گے، اس شرط میں عورتوں کا ذکر نہ تھا۔ اس لیے ان کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا، جب کافروں کی بعض عورتیں بھاگ کر مدینہ آئیں تو اُن کے وارث واپس لینے کے لیے آئے، اور اس شرط کو پیش کیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس کرنے سے انکار فرما دیا، اس آیت نے یہی بتایا کہ یہ شرط صرف مردوں کے لیے تھی۔

عورتوں کا آنا مختلف مقاصد سے ہو سکتا تھا، اس لیے فرمایا کہ اگرچہ وہ ایمان لا کر ہجرت کر رہی ہیں، پھر بھی ان کا امتحان لے لینا، ایسا نہ ہو دھوکا دینے کے لیے یہ کارروائی کی ہو، اصل ایمان تو اللہ ہی جانتا ہے، لیکن اگر وہ ان شرائط کو تسلیم کر لیں جو آگے آتی ہیں تو انھیں کافروں کے پاس واپس کریں، اب کفر و اسلام میں ربط قائم نہیں رہ سکتا، البتہ ان کے خاوندوں نے جو کچھ ان پر خرچ کیا ہے، وہ انھیں واپس دے کر اُن سے نکاح کر لو۔

مسلمان عورتیں کافر مردوں کے لیے حرام ہیں، اور کافر عورتوں سے مسلمان نکاح نہیں کر سکتا، اس لیے کہ منزلی

زندگی اور اولاد کی تربیت کا دارومدار اسی پر ہے کہ خاوند و بیوی کا کامل اتحاد ہو۔ اس حکم کے ملتے ہی حضرت عمرؓ نے اپنی دو کافر بیویوں کو طلاق دیدی۔ اور اگر تمہاری عورتیں بھاگ کر کفار کے پاس چلی جائیں تو تم اُن سے اپنے مصارف طلب کرو۔

اس حکم کی اصلی مصلحت تو اللہ ہی جانتا ہے مگر کم از کم کفار کو اتنا معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کو اگر کوئی چیز مطلوب ہے تو وہ فقط اللہ کی توحید اور اسلام ہے۔ عجب نہیں ان پر اثر پڑے اور یہی چیز ان کو اسلام کی طرف لے آئے۔

حالت جنگ

اوپر کا حکم اس صورت میں تھا جب مسلمانوں اور کافروں میں صلح ہو۔ اور اگر لڑائی ہو۔ اور اُسوقت مسلمانوں کی عورتیں کفار کے پاس چلی جائیں اگرچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مسلمان عورت بھی مرتد ہو کر نہیں گئی تو حکم یہ ہے کہ لڑائی میں جس قدر مال غنیمت ملے اس میں سے پہلے اُن مسلمانوں کو دیدو جن کی عورتیں بھاگ گئی ہیں۔

امتحان کی شرطیں

(۱۲) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اے پیغمبر جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں تم سے اس بات پر بیعت کرنی چاہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری کرینگی اور نہ دختر کشی کرینگی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان بنا کھڑا کرینگی اور نیک کاموں میں تمہاری حکم عدولی کریں گی تو تم ان سے بیعت لے لیا کرو۔ اور خدا کی جناب میں ان کی مغفرت کی دعا کرو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ان شرطوں میں ایک بات یہ تھی کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اولاد کو صحیح تعلیم نہ دینا اور اس کی تربیت سے غافل رہنا بھی قتل اولاد ہے۔ ناتربیت یافتہ ہونے کی صورت میں وہ جرائم کی مرتکب ہو گی اور اس سے قوم کو نقصان پہنچیگا۔ فرضی حمل قرار دیکر اپنے خاوند کو دھوکا نہ دینا، اگر کسی آشنا سے حمل ٹھہر گیا ہے تو اسے خاوند کی طرف منسوب نہ کرنا

اگر ان شرائط کی پابندی کا اقرار کرتی ہیں تو وہ مسلمان ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا، اور نہ کسی عورت سے مصافحہ کیا (بخاری) ترمذی میں ہے کہ امیمہ بنت عتیقہ نے آپ سے عرض کیا: اَلَا تصافحنا کیا آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: اِنّی لَا اصافح النساء انما قولی لامرأۃ قولی لمائۃ امرأۃ، میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، ایک عورت کو میرا کچھ کہنا اور ایک سو کو کہنا برابر ہے۔

فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں سے بیعت لے چکے تو آپ نے عورتوں سے بیعت لینا شروع کی، اس وقت کوہ صفا پر آپ تھے، اور حضرت عمر آپ کی نیابت میں عورتوں سے بیعت لے رہے تھے، اور انھیں آپ کے کلمات طیبات پہنچا رہے تھے، عورتوں میں حضرت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بھی برقع پوش چھپ کر بیٹھی تھیں کہ کوئی شناخت نہ کرلے حضرت عمر ایک ایک شرط عورتوں کو بتاتے جاتے تھے، جب اُنھوں نے پہلی شرط بیان کی تو ہندہ نے کہا، بے شک ہم نے بتوں کی پوجا کی مگر آپ ہم سے ایک ایسی شرط پر بیعت لے رہے ہیں جسے مردوں کے سامنے آپ نے پیش نہیں کیا، آپ نے ان سے صرف اسلام اور جہاد پر بیعت لی ہے۔

جب دوسری شرط آئی تو اُس نے کہا، ابوسفیان بخیل اور کنجوس ہے، میں نے ضرور اس کے مال میں سے لیا ہے معلوم نہیں وہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں، ابوسفیان نے کہا، جو کچھ گذر گیا سب تیرے لیے حلال اور جائز تھا، رسول اللہ نے سنا تو ہنس پڑے اور فرمایا کہ یہ ہند بنت عتبہ ہے، اُس نے کہا ہاں حضور، اے اللہ کے نبی، جو کچھ مجھ سے ہو گیا اُس سے درگذر کیجئے، اللہ آپ کو معاف کرے گا۔

تیسری شرط پر کہا کہ کیا شریف اور آزاد عورت بھی کبھی زنا کی مرتکب ہو سکتی ہے، آج تک کبھی کسی شریف عورت نے زنا نہیں کیا، قتل اولاد پر کہنے لگی، ہم نے اولاد کو بچپن میں پالا، جب بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر دیا، اب آپ جانیں اور وہ، یہ سن کر حضرت عمر کھل کھلا کر ہنس پڑے اور آپ نے بھی تبسم فرمایا، بہتان کا ذکر آیا تو کہا یہ تو

بہت بڑی چیز ہے، اور آپ تو رشد و مکارم اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں آخری شرط کی نسبت کہا، ہم یہاں آپ کی خدمت میں اس لیے نہیں بیٹھیں کہ دل میں نافرمانی کا جذبہ ہو، ہرگز نہیں۔

رجوع الی المقصود

(۱۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۔

مسلمانو! ان لوگوں سے جن پر خدا کا غضب ہے دوستی نہ لگاؤ کیونکہ یہ لوگ آخرت کی طرف سے ایسے ناامید ہیں جیسے کافر قبر والوں کی طرف سے ناامید ہیں۔

آخر میں اس کو بیان کر دیا کہ ان لوگوں کے ساتھ دوستی ممنوع ہے جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے، وہ اپنے قانون سے منحرف ہیں اس لیے اپنے اعمال حیات کے نتائج سے بھی ان پر یاس و قنوط طاری ہے جس طرح کفا مرنے والوں سے ناامید ہیں۔

الصف

(رکوع ۲ ۔ آیات ۱۴)

تمہید

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو سرفروشی کے لیے طیار رہنا چاہیئے، بنی اسرائیل نے جہاد سے انکار کیا تو ان کا داخلۂ بیت المقدس چالیس سال کے لیے روک دیا گیا، اور اسی جرم کی پاداش میں وہ آخری رسول کی پہچان سے محروم رہے۔ جہاد اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جو حق کے مخالف ہیں، اہل کتاب ہوں یا مشرکین، دوسرے رکوع میں بتایا کہ جہاد کا ثواب یہ ہے، تم مسلمان بھی مسیح کے حواریوں کی طرح تبلیغ اسلام میں لگ جاؤ، پھر کامیابی ہی کامیابی ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ

تقسیم عمل

مسلمانوں کی زندگی کا دار مدار تین قسم کے لوگوں پر ہے۔

(۱) سرفروشان اسلام کا ایک گروہ ہر وقت آمادۂ کار رہے جو قانون الٰہی کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو قربان کر دے اور دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی رکھے۔

(۲) علمائے امت کی جماعت ملک میں صحیح تعلیم پھیلائے اور قوم کو ہر بہترین تحریک میں شریک ہونے کے لیئے تیار کرے۔

(۳) ارباب دولت اپنی تمام ثروت بیت المال کی نذر کر دیں کہ اس سے حکومت کا کاروبار چلے اور پہلے دو گروہوں کی مدد ہو۔

کام کرنے کا فطری طریقہ یہی ہے کہ تقسیم عمل ہو ہر شخص اپنی قابلیت کا اندازہ کر کے اپنے کام میں لگ جائے صف میں پہلے گروہ کا ذکر ہے جمعہ میں علمائے امت کا بیان ہے اور ارباب دولت کے فرائض سورۂ منٰفقون میں ہیں۔

احب الاعمال الی اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (۱) سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

ترمذی میں اس سورۃ کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ چند صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ نماز

دروزہ تو ہم برابر کرتے ہیں، اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کام کون سا ہے تو ہم اُس کو بھی ضرور کرتے، عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ ہماری اس خواہش کے جواب میں سورۂ صف نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی وہ محبوب ترین کام ہے جس کی تمہیں طلب اور تلاش ہے۔

سورۂ صف کی ابتدا بھی تسبیح سے ہوئی ہے، اور اس میں مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا ہے، اس لیے فرمایا کہ روحانیات وماد یات سب کی سب اس کی تقدیس میں مصروف ہیں، تم اپنا فرض ادا کر کے یہ خیال نہ کرو کہ اس کی بزرگی میں کچھ اضافہ کر دو گے، اللہ غالب ہے وہ ان سرفروشوں کو بھی غالب کر دیگا۔

بُنْيَانٌ مَّرْصُوص

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (۳) كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (۴) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

مسلمانو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کر کے نہیں دکھاتے، اللہ کو سخت ناپسند ہے کہ کہو اور کرو نہیں، بے شک خدا اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اُس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، وہ گویا ایک دیوار ہے جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے۔

اَحَبُّ الاعمال الی اللہ بتانے سے قبل مسلمانوں میں عزم صمیم، ثبات قدم اور استقلال پیدا کرنے کے لیے کہا کہ تم سوچ سمجھ کر سوال کرو، جس کام کا ارادہ نہ ہو، اس پر بحث بیکار ہے، اس لیے کہ جب ایک شخص اپنے قول پر عمل نہیں کرتا تو اللہ کے غضب میں آجاتا ہے۔

جب یہ ذہن نشین ہو گیا، اور وہ سمجھ گئے کہ اب اس کا ترک کرنا اللہ کو ناراض کرنا ہے تو ہمہ تن مستعد ہو گئے، اُن پر ان سے کہا گیا کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین کام یہ ہے کہ اُس کا قانون بلند و برتر کرنے کے لیے مسلمان جہاد میں مصروف ہوں، ان کی صفوف کارزار اس درجہ متحد ہوں کہ گویا ایک دیوار ہے جسے سیسہ پلا دیا گیا ہے۔

صحابہ کرام کی تمام زندگی اس پر شاہد ہے کہ کس طرح ان بزرگوں نے بُنْيَانٌ مَّرْصُوْص ہو کر اسلام کی خدمت کی ہے، اُنھوں نے اپنے قول پر عمل کر کے دنیا کے سامنے فداکاری اور سرفروشی کا حیرت انگیز اور تعجب خیز نقشہ پیش کیا ہے۔

سورۂ انفال و توبہ کی تفسیر کے مقدمہ جہاد میں اس امر پر سیر حاصل بحث ہوئی، اس کی طرف رجوع کیجئے۔

بدترین نمونہ

(۵) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۶) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! مجھے کیوں ستاتے ہو، اور تم کو یقین ہو گیا ہے کہ میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں، تو جب یہ لوگ ٹیڑھے ہو گئے خدا نے ان کی سمجھ بھی ٹیڑھی کر دی، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا، اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرتا، اور پیغمبر کی خوش خبری سناتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے، ان کا نام ہو گا احمد، پھر جب وہ بنی اسرائیل کے پاس کھلے کھلے معجزے لے کر آئے وہ لگے کہنے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

دنیا میں کوئی تعلیم کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک لوگوں کے لیے نمونہ موجود نہ ہو، اس لیے یہاں یہودیوں کا ذکر کیا، جنہوں نے خود جہاد کے فرض ہونے کی درخواست کی، اور فرضیت کے بعد اس سے منحرف ہو گئے، اس پر وہ اللہ کے غضب میں آ گئے، اور ان پر اخلاقوں کی ہدایت کے تمام راستے بند ہو گئے۔

پھر ان کی اصلاح کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا جو ان کی داخلی اصلاح کرنی چاہتے تھے، اور ساتھ ہی ان میں یہ انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے کہ وہ بنی اسمعیل کی یاد اپنے دلوں میں تازہ کریں، اور جب سرزمین مکہ میں سرکار دو عالم کا ظہور ہو تو آپ کو قبول کر لیں، مگر جہاد فی سبیل اللہ سے اعراض کرنا ان کے لیے اس درجہ بدبختی کا باعث بن گیا کہ انہوں نے نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو بھی جادو کہا، اور اس طرح انہوں نے اپنے دلوں کے ٹیڑھا ہونے کا ثبوت دیا کہ کسی اچھی بات پر کان نہ دھرا۔

یہ نمونہ ذکر کر کے مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ احب الاعمال الی اللہ معلوم ہو جانے کے بعد اس سے منحرف نہ ہوں،

ورنہ ان کا بھی وہی حال ہوگا جو یہودیوں کا ہوا یہودیوں کے ان حالات کی اگر مزید تفصیل دیکھنی ہو تو سورۂ نساء اور مائدہ کی تفسیر "الاصلاح" ملاحظہ کیجئے۔

میدانِ عمل

(۷) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۸) يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (۹) هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جائے، اور وہ خدا پر جھوٹ بہتان باندھے اور اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا، چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منھ سے بجھا دیں، اور اللہ تو اپنے نور کو پورا کرکے رہے گا، گو کافروں کو برا لگے، وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے اگرچہ مشرکین کو برا لگے۔

اب بتایا جاتا ہے کہ جہاد کن لوگوں پر ہوگا، دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھیں اسلام کی دعوت دی جاتی ہے، ان کے لئے قدم قدم پر ہدایت کا سامان موجود ہے، اگر وہ غور سے کام لیتے تو یقیناً ہدایت پا لیتے، مگر وہ تو اس کے برعکس اللہ پر افترا پردازی کرتے ہیں، ایک کو چھوڑ کر بے تعداد معبود بنا لئے ہیں، اب ہدایت ہو تو کیسے۔

پھر افترا پردازی ہی پر بس نہیں کرتے، بلکہ حق کے فنا کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرکے رہیگا، اس نے تو اپنے رسول کو اسی لئے بھیجا ہے، اگر اس غلبہ اسلام سے کفار و مشرکین کو تکلیف ہوتی ہے تو ہوا کرے یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف جہاد کیا جائیگا، اس میں یہودی، عیسائی مجوسی اور سب مشرکین آ جاتے ہیں۔

جہاد کا نتیجہ

انسان میں یہ فطری جذبہ ہے کہ جب تک اس کو ایک کام کے ثمرات و نتائج سے آگاہ نہ کر دیا جائے، تیار نہیں ہوتا،

اس لیئے فرمایا :

(۱۰) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (۱۱) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (۱۲) یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۳) وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ

مسلمانو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے، خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو، خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا، اور تم کو باغوں میں لے جا داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی، اور عمدہ مکانات میں ہمیشہ کے باغوں میں، یہ بڑی کامیابی ہے، اور ایک اور ہے جس کو تم پسند کرتے ہو، خدا کی طرف سے مدد اور عنقریب فتح اور مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو۔

وہ تجارت جو دنیا میں غیروں کی غلامی اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچائے اور تم دونوں جگہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر سکو وہ اللہ و رسول پر ایمان، اور اس کی شریعت کے حفظ و صیانت کے لیے جانی و مالی قربانی ہے، ان شرائط پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فرائض کی ادائیگی میں جو تم سے غلطیاں سرزد ہوں گی وہ نظر انداز کر دی جائیں گی، اور ان کی بابت تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

جو لوگ شہید ہوں گے وہ مرتے ہی دائمی باغات میں داخل ہوں گے، اور ان کی ترقی برابر جاری رہیگی، رہے زندہ لوگ تو اللہ کی نصرت و یاوری ہر وقت ان کے ہم رکاب رہیگی، اور وہ ہر جگہ کامیاب و بامراد رہیں گے۔

جہاد کا مقدمہ

(۱۴) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

مسلمانو! اللہ کے مددگار بنے رہو جیسا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ نے حواریوں سے کہا تھا، کون ہیں جو خدا کی طرف ہو کر میرے مددگار بنیں، حواری بولے کہ ہم خدا کے مددگار ہیں

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَکَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ۔

چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا، تو جو لوگ ایمان لائے تھے ہم نے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی تائید کی اور وہی غالب رہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہودی ان کی تعلیم کو مٹانے کی فکر میں ہیں تو انھوں نے حواریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون لوگ اس تعلیم کو باقی رکھنے کے لیے میرا ساتھ دیں گے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں، اس کے بعد یہ لوگ بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، ان کی کوشش سے ان کا ایک حصہ تو مسلمان ہو گیا، مگر دوسرا اپنے کفر پر اڑا رہا اور دونوں میں کشمکش شروع ہو گئی، آخر اللہ نے ارباب ایمان کو اُن کفار پر غالب کر دیا۔

اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان میں سے ہر ایک داعی اسلام بن جائے، اور دنیا میں ہدایت پھیلائے، جو لوگ ان کی مخالفت کریں گے وہ ذلیل و رسوا ہوں گے، اور مسلمانوں کو ہر جگہ غلبہ نصیب ہوگا۔

(رکوع ۲ - آیات ۱۱)

ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض بیان کر کے بتایا کہ دنیا کی تہذیب و شائستگی اور تعلیم و حکمت کے آخری معلم آپ ہیں، آپ کے جانشین بھی وہی فرائض ادا کریں، اور یہودیوں کی مثال بیان کر کے بتایا کہ علمائے اسلام ان کے نقش قدم پر نہ چلیں، جمعہ کا دن بہت سی خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے، اسلام کی صحیح تعلیم سامنے آجاتی ہے، اور مسلمانوں کی تنظیم کا ذریعہ، اس لیے آخری آیات میں اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی،

آخر میں جمعہ کے دن کا ذکر تھا اس لئے اس کا نام الجمعہ قرار پایا، یہ سورۃ نزول کے اعتبار سے مدنی ہے اور ابتدائی زمانہ کی ہے۔

الملک القدوس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرضِ المَلِکِ القُدُّوسِ العَزِیزِ الحَکِیمِ

جو آسمانوں میں ہے، اور جو زمین میں ہے، اللہ کی تسبیح میں لگے ہوئے ہیں جو بادشاہ، پاک ذات، غالب حکمت والا ہے

اس سورۃ کی ابتدا میں الملک القدوس کا بھی اضافہ کیا گیا تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ علمائے ملت جو قانون پیش کر رہے ہیں وہ بادشاہوں کے بادشاہ کا قانون ہے اس کا قانون ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہے جو اس قانون کے حامل ہوں گے اللہ ان کو بھی پاک اور مزکی بنا دے گا۔

اہل علم کے فرائض

(۲) هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الاُمِّیِّینَ رَسُولًا مِنهُم یَتلُوا عَلَیهِم اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیهِم وَیُعَلِّمُهُمُ الکِتٰبَ وَالحِکمَةَ وَاِن کَانُوا مِن قَبلُ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِینٍ (۳) وَّاٰخَرِینَ مِنهُم لَمَّا یَلحَقُوا بِهِم وَهُوَ العَزِیزُ الحَکِیمُ (۴) ذٰلِکَ فَضلُ اللّٰهِ یُؤتِیهِ مَن یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الفَضلِ العَظِیمِ۔

وہی تو ہے جس نے جاہلوں میں ان ہی میں سے پیغمبر بھیجا، وہ انکو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک صاف کرتے اور ان کو کتاب و عقل سکھاتے، ورنہ پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے، اور ان لوگوں کی طرف جو ابھی تک ان میں شامل نہیں ہوئے اور خدا زبردست حکمت والا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت عربیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ تمام عمر انہیں تلاوت آیات

تنھیم

۹۲۱۹۸۸

تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ سے قبل عرب کی جو حالت تھی وہ اب کسی پر مخفی نہیں۔
کوئی شک نہیں کہ عرب کی اصلاح آپ کا اولین فرض تھا، مگر حقیقت میں آپ دنیا کی تمام قوموں کی طرف
بھیجے گئے تھے، اس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ آپ پہلے عرب کو تیار کرتے، پھر وہی لوگ تمام دنیا میں اسلام کی
نشر و اشاعت کرتے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور اب تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس پیغمبرانہ عمل کی تکمیل میں لگے رہیں۔
تبلیغ و دعوت کا کام پہلے بنی اسرائیل کے سپرد تھا، جب وہ ناکام رہے تو نصاریٰ نے ان کی جگہ لی، مگر وہ بھی
اپنے فرض کو ادا نہ کر سکے، اس لیے اب مسلمان اس منصب جلیل پر فائز کیے گئے، ابتدا میں انھوں نے فرائض نبوت
کو تقسیم کر لیا، علما نے تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کی طرف توجہ کی اور صوفیہ نے تزکیہ نفس کی جانب، مگر اب
دونوں اپنی جگہ سے ہٹ چکے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

برا نمونہ

(۵) مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا
كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ
الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی
الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (۶) قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا
اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۷) وَلَا
یَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ
بِالظّٰلِمِیْنَ (۸) قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ
مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

جن لوگوں پر تورات لادی گئی پھر انھوں نے اس کو نہ اٹھایا،
ان کی مثال گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہیں، جو لوگ
خدا کی آیتوں کو جھٹلایا کرتے ہیں، ان کی بری کہاوت ہے، اور
اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا، کہو کہ اے یہود!
اگر تم کو اس بات کا گھمنڈ ہے کہ اور تمام آدمیوں کو چھوڑ کر تم ہی خدا
کے چہیتے ہو، پس ہو تو موت کی تمنا کرو، مگر یہ لوگ ان کے ڈر
سے جن کے مرتکب ہو چکے ہیں کبھی موت کی تمنا کرنے والے
نہیں، اور اللہ بے انصاف لوگوں کو خوب جانتا ہے، کہو کہ جس موت سے
تم بھاگتے ہو وہ تو تم کو ضرور آکر رہے گی، پھر تم اس خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ
اور ظاہر جانتا ہے، پھر جیسے جیسے عمل کرتے رہے ہو وہ تم کو بتا دے گا۔

یہودیوں کو توراۃ دی گئی مگر انھوں نے نہ اُس پر عمل کیا اور نہ اُس کی تبلیغ کی، اور بالکل گدھے کی مثال ان پر صادق آئی جس کی پشت پر کتابیں لاد دی گئی ہوں، اگرچہ انھوں نے تبلیغ کا فرض ادا نہ کیا، پھر بھی یہ خیال کرتے رہے کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں، اور وہ ہمیں عذاب نہیں دے گا، تھوڑی دیر کے لیے مان لو کہ تم اُس کے چہیتے ہو تو جس تعلیم کی بنا پر تم یہ دعوی کر رہے ہو اُس کی نشر و اشاعت کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہو، اُس کی راہ میں تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرو، اور اگر موت آ جائے تو اُس سے بھی نہ گھبراؤ۔

مگر وہ ہمیشہ اعمال فاسقہ کا ارتکاب کرتے رہے ہیں، ان کے اندر جبن و نامردی پیدا ہو چکی ہے، اور ان پر مال و جان کی محبت اس درجہ غالب آ چکی ہے کہ اب وہ کبھی بھی اللہ کے نام پر مرنے کو تیار نہ ہوں گے، اللہ تو پہلے بھی تمہاری حقیقت سے واقف تھا، مگر اب تمام دنیا معلوم کر چکی ہے، انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جس موت سے وہ ڈر رہے ہیں، وہ ٹلنے کی نہیں، انھیں مرنا ہے، اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

یہ واقعہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے عالم اور پیر غور کریں کہ وہ اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں، یا یہودیوں کی پیروی میں منہمک ہیں۔

عام مسلمانوں کا فرض

(۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ
مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا
الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (۱۰)
فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۱) وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا
انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ

مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کی یاد کے لیے جلدی کرو، اور خرید و فروخت ترک کر دو، اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ، اور خدا کا فضل تلاش کرو، اور خدا کو بہت ...... یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ، اور جب یہ لوگ سودا یا تماشا دیکھیں تو اُسی طرف کو چل دوڑیں، اور تمہیں کھڑا چھوڑ جائیں، کہو کہ جو اللہ کے ہاں ہے، تماشے اور سودے سے بہت

خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ وَاللہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ بہتر ہے اور اللہ روزی دینے والوں سے بہتر ہے۔

علمائے امت کے فرائض بیان کر دیے گئے اب عام مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ ان کے وعظ و تذکیر سے فائدہ اُٹھائیں، ہر روز اس کے لیے وقت نہیں نکال سکتے اس لیے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا اس دن تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اذان سنتے ہی تمام کاروبار بند کر دیں مسجد میں آکر وعظ سنیں اور قومی اور ملکی ضروریات سے آگاہ ہوں۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ اپنے کاروبار میں پھر مشغول ہو سکتے ہیں البتہ انھیں چاہیئے کہ اللہ کو کثرت سے یاد رکھیں، جمعہ کا جو پروگرام مقرر کیا گیا ہے اور جو مصلحت تنظیم اور تعلیم کی رکھی گئی ہے وہ بہترین ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں خبر آئی کہ شام سے تجارت کا قافلہ آگیا ہے سنا تو لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا مسجد میں صرف آپ اور بارہ صحابی رہ گئے اس لیے فرمایا کہ اس لہو و لعب اور تجارت سے وہ ثمرات و نتائج کہیں زیادہ بہتر ہیں جو تمہیں جمعہ کی نماز اور اس کے خطبہ سے حاصل ہوں گے ویسے رزق کی کنجی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جب کبھی دین و دنیا میں تصادم ہو تو علمائے امت اور مسلمان دین کو ترجیح دیں اس راہ میں انھیں جو دقتیں پیش آئیں گی اُن کی بنا پر اللہ تعالیٰ بہترین جزا دیگا۔

المنافقون

(رکوع ۲ - آیات ۱۱)

تمہید

اس سورت میں مالداروں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی دولت منافقین کی طرح جمع کرکے نہ رکھیں، بلکہ بیت المال کی امداد کریں کہ وہ مجاہدین اسلام اور علمائے اُمّت کی ضروریات پوری کرئے اور حکومت کے دوسرے شعبوں میں اس سے کام لے اسی بنا پر پہلے رکوع میں منافقین کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ مسلمان ان سے پرہیز کریں۔

دوسرے رکوع میں صاف کہدیا کہ مال کی محبت تمہیں ضروریات قومی وملکی سے غافل نہ کردے، بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنی دولت سے فائدہ اٹھاؤ، اور ملت کی ترقی میں صرف کرو، وقت ہاتھ سے نکل گیا، اور یکایک موت آگئی تو پھر پچھتاؤ گے، مگر اُس وقت افسوس بے کار ہوگا۔

چونکہ اس سورت کا بڑا حصہ منافقین کی صفات بیان کرنے میں صرف ہوا ہے اس لئے اس کا نام المنافقون قرار پایا۔

ارباب دولت

شان نزول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) اِذَا جَاءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ (۲) اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۳) ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ (۴) وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ کَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ (۵) وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ (۶) سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔

جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک رسول خدا ہیں۔ اور اللہ تو جانتا ہی ہے کہ تم بیشک اسکے رسول ہو مگر اللہ جتائے دیتا ہی کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہی تو راہ خدا سے روکتے ہیں۔ بیشک برے کام ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے تو انکے دلوں پر مہر کر دی گئی تو یہ سمجھتے نہیں۔ اور تم انکو دیکھو تو انکے ڈیل ڈول تمہاری نظروں میں کھپ جائیں اور بات کریں تو تم انکی بات کو سنو گویا وہ لکڑیوں کے کندے ہیں جو لگے رکھے ہیں ہر ایک زور کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ انہیں کو للکار رہی۔ دشمن ہیں تو انسے بچتے رہو اللہ انکو ہلاک کرے کدھر بہکے چلے جا رہے ہیں۔ اور جب انسے کہا جاتا ہی کہ آؤ رسول خدا تمہارے لئے مغفرت کی دعا کریں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تم ان کو دیکھو تو ایسے مغرور ہوتے ہیں کہ رخ بھی نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے لئے تم دعائے مغفرت کرو یا نہ کرو انکے حق میں یکساں ہے۔ خدا تو ان کے گناہ معاف کرنیوالا ہی نہیں۔ بیشک خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے،

تو راستے میں ایک انصاری اور مہاجر کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور ہر ایک نے اپنی امداد کے لیے اپنی اپنی جماعت کو پکارا، اتفاقاً اس سفر میں انصار کی تعداد کم تھی آخر یہ جھگڑا آپ نے رفع دفع کیا اور دونوں کو تنبیہ کر دی عبداللہ بن ابی بن سلول کو خبر لگی تو بہت غضبناک ہوا، اور کہنے لگا کہ ذرا مدینہ چل لیں ہم ان تمام ذلیل مسلمانوں کو نکال باہر کرینگے اور ان کی ہرگز مدد نہیں کرینگے تاکہ خود بخود نکل جائیں۔

حضرت زید بن ارقم نے رئیس المنافقین کی یہ تمام باتیں سن لیں اور اپنے چچا سے ذکر کر دیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک خبر پہنچا دی آپ نے عبداللہ کو بلا کر پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا اور قسم کھائی زید اس پر بہت نادم تھے اور چھپے چھپے پھرتے تھے آخر یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے انھیں بلایا اور آیات پڑھ کر سنائیں تب جا کر ان کا اطمینان ہوا۔

منافقین کی خصوصیات

جھوٹی قسمیں کھانا ارباب نفاق کی عام عادت ہے کہ ان کے عیوب و معاصی چھپ جائیں، وہ سب کے سامنے اپنے اسلام کا، حب دینی کا اور ولولہ مذہبی کا اظہار کرتے ہیں مگر وہ جھوٹے ہیں اور ناقابل اعتبار ان کی تمام زندگی ایسے اعمال فاسقہ میں گذرتی ہے کہ عام لوگ انھیں دیکھکر اسلام ہی سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

ان تمام حرکات کا سبب وحید یہ ہے کہ شروع شروع یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے مگر جب ان کی اغراض مشئومہ پوری نہ ہوئیں تو کافر بن گئے چونکہ انھوں نے ایک بات کو چھوڑ دیا جسے وہ حق یقین کر کے قبول کر چکے تھے اس لیے ان کے دلوں سے حق و باطل کی تمیز اٹھ گئی اور اب یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان کے لیے صحیح راہ عمل کیا ہونی چاہیئے۔

اگر آپ ان کی ظاہری شکل و صورت پہ جائیں تو بڑے شریف مہذب اور مذہبی آدمی دکھائی دیں گے جب انھیں عام مجامع میں اظہار خیال کا موقع ملے تو اسلام پر بہتر سے بہتر خطبات دیں گے قرآن و حدیث کے اسرار بیان کرینگے مسلمانوں کو کتاب و سنت کی دعوت دیں گے اور ایسی دلفریب تقریر کریں گے کہ ہر شخص وجد کریگا، مگر جب ان کے اعمال کو دیکھا جائے تو انھیں اسلام سے دور کی نسبت بھی نہ ہوگی فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے شہرت و ناموری اور لیڈری کی

طلب انکا مقصد ہوگا، وہ دراصل اُس خشک لکڑی کی طرح ہیں جو ایندھن کے سوا اور کسی کام میں نہیں آتی جب تک ترقی کے مناظر جمیلہ ان کے سامنے ہیں وہ لولہ دینی کا بہتر سے بہتر اظہار کریں گے اور جہاں ان کی توقعات منقطع ہو گئیں وہ قومی کاموں سے الگ ہو جائیں گے۔

اعراض عن الدین

اس قسم کی منافقت آخر کہاں تک چھپ سکتی ہے جب امراض و مفاسد ملی اور نقائص و ذمائم قومی پر بحث و تمحیص ہوتی ہے اور لوگوں کو ان باتوں سے الگ رہنے کی دعوت دی جاتی ہے تو منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ ان تمام برائیوں کے ذکر سے مقصود ہمارا پول کھولنا اور ہمیں سوائے عام کرنا ہے اگرچہ ہمارا نام نہیں لیا جاتا۔

یہ لوگ ملت فروش ہیں، اسلام کے اصلی دشمن ہیں ان کی ہر قسم کی نقل و حرکت تباہ کن ہے ان سے بچنا اور ان کو کبھی اپنا لیڈر اور دلیل راہ نہ بنانا، خدا انھیں غارت کرے، یہ بدبخت کس طرف چلے جا رہے ہیں، جب ان سے کہا جائے کہ تمہارے اعمال اور اقوال میں مخالفت ہے تم میں جو خرابیاں ہیں وہ ملک و قوم کے لیے مہلک ثابت ہوں گی بہتر ہے کہ تم اسلام کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالو تو یہ لوگ اس پر چیں بہ جبیں ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں نماز و روزہ کی کیا ضرورت ہے، یہ تو وحشی عربوں کو مہذب بنانے کی ایک ترکیب تھی اور ہم تو ویسے ہی شائستہ ہیں ہمارے لیے اسلام کی تعلیم بے سود ہے۔

ان کی گمراہی اس حد پر پہنچ چکی ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انکے لیے استغفار کریں تو اُن کے لیے نفع بخش ثابت نہ ہوگا انھوں نے خود اپنی ہدایت کے تمام راستے بند کر دیے ہیں

للہ العزۃ ولرسولہ

(۷) هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (۸)	یہی تو لوگ ہیں جو کہا کرتے ہیں کہ جو لوگ رسول خدا کے پاس ہیں اُن پر خرچ نہ کرو کہ آخر کو تتر بتر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جتنے خزانے ہیں اللہ ہی کے ہیں مگر منافقوں

يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

کو سمجھ نہیں، کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے تو سمجھا لانکہ عزت اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور مسلمانوں کی ہے مگر منافق اس بات سے واقف نہیں۔

یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو ابتدائے سورہ میں گذر چکا ہے، منافقین کی یہی حالت ہوتی ہے وہ جانتے ہیں کہ لوگ آزادی کی جنگ میں مصروف ہیں، اسلام کی نشر و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں اور ملک و ملت کی خدمت کر رہے ہیں مگر یہ ارباب نفاق اپنی دولت کے غرور میں ان فداکاران ملت کی امداد سے گریز کرتے ہیں ان کا خیال یہ ہے جسے ہم دیں گے وہ زندہ رہیگا باقی سب فنا ہو جائیں گے، مگر انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ زمین و آسمان کے خزائن کی کنجی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ منافقین اپنے آپ کو بڑی عزت والے اور مسلمانوں کو ذلیل سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں عزت اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہے وہی ہر جگہ کامیاب ہوں گے۔

جب اس غزوہ سے واپس ہوئے تو شہر کے باہر عبداللہ بن ابی کا بیٹا جو نہایت مخلص اور جان نثار مسلمان تھا سر کھڑا ہو گیا اور اپنے باپ سے کہنے لگا کہ جب تک تم رسول اللہ کے عزیز اور اپنے ذلیل ہونے کا اقرار نہ کرو گے میں تمہیں شہر میں نہ گھسنے دونگا چنانچہ اس نے اقرار کیا اور خود رسول اللہ نے بھی سفارش کی تب حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو جانے کی اجازت دی۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کو قتل کرانا چاہتے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر آپ کا یہی ارادہ ہے تو میں خود اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دونگا، مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک وہ ہمارے ساتھ رہیگا ہم اُس کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آئیں گے۔

مالی قربانی

(۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا

مسلمانو! تم کو تمہارے مال یادِ خدا سے غافل نہ کرنے پائیں اور نہ

اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (١٠) وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ
اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ
(١١) وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ
خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

تمہاری اولاد اور جو ایسا کریگا تو وہی لوگ گھاٹے میں رہینگے (
تم کو جو کچھ دے رکھا ہے اسمیں سے خرچ کرتے رہا کرو اس سے پہلے
کسی کو موت آموجود ہو وہ لگے کہنے کہ اے میرے پروردگا
مجھ کو تھوڑے دنوں کی اور مہلت دیتا تو میں خیرات کرتا اور نـ
میں سے ایک ہوتا، اور جب کسی کی موت آموجود ہوتی ہے تو خدا
مہلت نہیں دیا کرتا اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس کی

منافقین کی خصوصیات بیان کردیں اب مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ ان سے عبرت اندوز ہوا
وملکی ضروریات کو پس پشت ڈالدیں جب اللہ نے دیا ہے تو اس کو اسی کی راہ میں قربان بھی کر دینا چاہیئے
نکل گیا تو پھر تمہاری امداد کس کام آئے گی، موت کا وقت معین نہیں اس سے پیشتر جو کچھ کر سکتے ہو کر لو۔

التغابن

(رکوع، ۲ - آیات، ۱۸)

تمہید

اللہ تعالیٰ اپنے رسول بھیجتا ہے، اور انھیں قانون دیتا ہے کہ لوگ اس کا اتباع کریں، مگر وہ رسولوں کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں، اور تباہ ہو جاتے ہیں، اس قسم کی مثالیں کثرت سے تاریخ میں ملیں گی، ان کے انکار کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ رسول کو اپنے ہی جیسا انسان دیکھتے ہیں جس کے ساتھ وہ تمام باتیں لگی ہوئی ہیں جو دوسرے انسانوں کو پیش آتی ہیں، دراصل رسالت کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ اس قسم کے شبہات میں پڑتے ہیں، اور دوسرے ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جو ہم سے کوئی باز پرس ہو، پھر انکی پیروی کی کیا ضرورت ہے، مگر انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قیامت ضرور آئے گی، یہ مضمون آیت نمبر ۱۰ تک چلا جاتا ہے۔

اتباع انبیاء کرام اور اقوام عالم سے آگے بڑھنے کی کوشش میں یقیناً تکلیفوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا، لیکن اگر تم اللہ پر اعتماد کرو گے، ہر قسم کی رکاوٹوں سے بے پروا ہو کر آگے بڑھو گے، اور بخل و امساک سے پرہیز کرو گے تو ہر جگہ کامیاب و بامراد رہو گے، اور اللہ تعالیٰ تمہاری سعی و کوشش کا بہت اچھا بدلہ دے گا اسی پر سورت کو ختم کر دیا۔

اطاعت انبیاے کرام

قانون سلطنت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔(۱) یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲) ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔

جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ کی تسبیح میں لگے ہیں اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مومن اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔

ہر جگہ اللہ کی حکومت ہے اس کے قانون کی بعض چیزیں اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں، تو اُن کو قانون سلطنت پر محمول کرو، بسا اوقات بادشاہ ایک قانون نافذ کرتا ہے اور عوام اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے، مگر درصل وہ اُن کے لیے مفید و نافع ہوتا ہے، اگر ایسا کروگے تو اللہ کے قانون کی ہر چیز قابل ستائش نظر آئے گی۔

یہ بالکل ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی خواہش کے مطابق اس سے معاملہ کرتا، مگر نظام سلطنت اور زمین و آسمان کے مجموعی مصالح اس امر کے متقاضی نہ تھے اس لیے اس نے یہ قاعدہ بنایا کہ تم میں سے بعض کو نبوت کے لیے چُن لے اور پھر تم سب اُن کی امامت اور پیشوائی میں کام کرو، بس اب تمہارا کام یہ رہ گیا ہے کہ انبیاے کرام کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالو۔

اللہ نے تمہیں پیدا کیا تو اس کا اقتضا یہ تھا کہ تم اسی کے قانون کا اتباع کرتے مگر تم میں سے بعض لوگ تو خارجی اسباب کی بنا پر صحیح طریق پر کام کرنے سے اٹک گئے، اور دوسرے باوجود مشکلات و موانع کے برابر مصروف عمل رہے، اللہ تعالیٰ اس ناکامی اور کامیابی کے سلاسل مختلفہ کو دیکھ رہا ہے ان ہی پر آیندہ چل کر نتائج مرتب کرے گا۔

آیات انفس

(٣) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ
فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (٤) يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا
تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (٥)
اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا
وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (٦) ذٰلِكَ
بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا
اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ
وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

اسی نے کسی مصلحت سے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے اور
اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں اچھی بنائیں اور اسی
کی طرف لوٹ کے جانا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے
اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اس کو جانتا ہے اور
اللہ دلی خیالات سے واقف ہے کیا تم کو ان لوگوں کا حال نہیں پہنچا
جنہوں نے پہلے کفر کیا پھر انھوں نے اپنے اعمال کا مزا بھی چکھا اور انکو
عذاب دردناک ہونا ہے یہ اس لیے کہ انکے پاس انکے رسول کھلے کھلے
معجزے لیکر آتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ کیا بشر ہمکو راہ بتانے آئے ہیں
غرض انھوں نے نہ مانا اور روگردانی کی اور خدا نے پروا نہ کی اور اللہ
بے نیاز سزاوار حمد ہے۔

تمہیں پیدا کرنے کے بعد اُس نے تمہاری روحانی اور جسمانی ضروریات کے لیے آسمان و زمین کو پیدا کیا اُس سے
فائدہ حاصل کرنے کے لیے بہتر سے بہتر سامان مہیا کیا اب ان میں سے ہر چیز کا محل استعمال انسانی قویٰ ان کے اسباب
و ذرائع اور پھر ان کے نتائج و ثمرات کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے کوئی دوسری قوت یہاں کام نہیں کر سکتی
وہ ایک طرف تو زمین و آسمان کی ہر چیز کی کنہ و حقیقت سے واقف ہے اور دوسری جانب تمہاری موجودہ استعداد اور مخفی
قوتیں اس پر آشکارا ہیں یہاں تک کہ تمہارے اعماق قلب میں جو خیال پیدا ہو اُس سے بھی وہ آگاہ ہے اس لیے وہی
صحیح فیصلہ کر سکیگا۔

تم تاریخ اٹھا کر دیکھ لو جن لوگوں نے قانون الٰہی تسلیم نہ کیا اور انبیائے کرام کی مخالفت کی وہ عذاب الٰہی سے
بچ نہ سکے ان کی تباہی کا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس اللہ کے رسول آئے اُنھوں نے بتایا کہ روحانیات و مادیات سے

کام لینے کی صورت یہ ہے لیکن ان کی تقلید کرنے کی بجائے اُنھوں نے انحراف کیا اور کہا کہ کیا ہمارے ہی جیسا ایک انسان ہماری ہدایت کو آتا ہے بات تو جب تھی کہ خود اللہ آتا یا کوئی فرشتہ بھیجتا۔ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ (۶: ۸) اور کہتے ہیں کہ ان پر فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوا، اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو کام ہی فیصل ہو جاتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی، ایک جگہ آتا ہے وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ۙ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا (۲۵: ۷، ۸) اور کہتے ہیں، یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے، اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا کہ اس کے ساتھ ہدایت کرنے کو رہتا، یا اس کی طرف خزانہ اُتارا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اُس میں سے کھایا کرتا، اور ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔

نبی کے محض انسان ہونے کی وجہ سے یہ لوگ ان کی تعلیمات سے مستفید نہ ہوئے، اللہ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اُس کی روحانی و جسمانی تکمیل کے لیے اسباب پیدا کرنا بھی اسی کا کام تھا اب یہ فائدہ نہ اٹھائیں تو اسے ان کی پرواہی کیا ہے۔

انکار کا سبب

(۷) زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (۸) فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔

کافر کہتے ہیں کہ ہرگز ان کو نہیں اُٹھایا جائیگا، کہو ہاں ہاں مجھے اپنے پروردگار ہی کی قسم ہے کہ تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے، پھر جو کچھ بھی تم نے کیا ہے ضرور تمکو بتا دیا جائیگا، اور یہ اسکے نزدیک سہل ہے، تو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ، اور نور پر جس کو ہم نے اُتارا ہے، اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے۔

انسان کی روزانہ زندگی اس پر شاہد ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کی نگرانی میں کام کرتا ہے، مگر جب انبیاء کرام کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے کو کہا جاتا ہے تو صاف انکار کر دیتا ہے اس لیے کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے، نہ دوسری مرتبہ

زندگی ہے نہ حساب کتاب' مگر وہ اچھی طرح سے یقین کرلے کہ اس کا ہر کام محفوظ ہے' اور اسے ضرور اس کے نتیجہ سے دوچار ہونا پڑیگا' اور یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

پس جب بعث بعد الموت سے مفر نہیں' اور اعمال کی جزا یقینی ہے تو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ' اور قرآن سے فائدہ اُٹھاؤ' اس میں درس و فکر کرو' اور اس کی نشر و اشاعت میں لگ جاؤ' اس کے قانون پر عمل کرنے اور اسکی تعلیم دینے میں تم جس قدر اخلاص' حُسن نیت اور صداقت سے کام لوگے' اُسی کے مطابق نتائج نکلیں گے۔

بلندی مقصد

(۹) یوم یجمعکم لیوم الجمع ذٰلک یوم التغابن ومن یؤمن باللّٰہ ویعمل صالحاً یکفر عنہ سیاٰتہ ویدخلہ جنٰت تجری من تحتہا الانہار خٰلدین فیہا ابداً ذٰلک الفوز العظیم

جس روز تم کو جمع کریگا' یہی ہار جیت کا دن ہوگا' اور جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے' اور نیک عمل کرتا ہے' خدا اُسکے گناہ اُس سے دور کردیگا' اور اُس کو باغوں میں داخل کریگا' جن کے تلے نہریں رہی ہونگی' ان میں ہمیشہ رہینگے' بڑی کامیابی یہی ہے' اور جن لوگوں نے کفر کیا' اور

(۱۰) والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النار خٰلدین فیہا وبئس المصیر۔

ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے' یہی لوگ دوزخی ہوں گے' ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے' اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔

قرآن کی اشاعت تمہاری زندگی کا مقصد ہے' تمام دنیا سے تمھیں مقابلہ کرنا ہے' ہر ایک قوم تم سے آگے بڑھنے کی کوشش کریگی' پس تم اپنی زندگی کا نصب العین بلند ترین اختیار کرو' اور وہ یہ ہے کہ اللہ ایک روز اقوام عالم کو ایک ہی میدان میں جمع کریگا' اور وہی دن ہار جیت کا ہوگا' اگر اس وقت تم سب سے آگے نکل گئے تو کامیاب ہوگئے' یہ عظیم الشان آزمائش تمہارے سامنے ہے' پس تم اس کے مطابق اپنے اندر ہمت' جرات اور استقلال پیدا کرو۔

کامیابی کا معیار یہ ہوگا کہ جس نے اللہ پر اعتماد کیا' اور اُسی کی تعلیم پر کاربند رہا' وہ دائمی نجات میں رہیں گے' اور جو اس کے خلاف دوسرا رستہ اختیار کریں گے' وہ دونوں جہان میں ناکام و خاسر رہیں گے۔

تکالیف ضروری ہیں

(۱۱) مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۱۲) وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (۱۳) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

بے اذن خدا کوئی آفت نہیں آیا کرتی، اور جو شخص خدا پر یقین رکھیگا، خدا اس کے دل کو ہدایت دیگا اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اگر تم روگردانی کرو تو ہمارے رسول کے ذمے صاف طور پر پہنچا دینا ہے اور بس اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔

جب مقصد اسقدر بلند ہو کہ اقوام عالم کا مقابلہ کرنا ہے اور سب سے آگے بڑھنے کا عزم صمیم ہے تو تکلیفیں اور مصیبتیں ضرور آئیں گی لیکن تنگ آکر نصب العین کو نہ چھوڑ دینا، اس لیے کہ جو تکلیف آئیگی وہ اللہ کے قانون کے مطابق ہوگی، اور مصلحت عمومی کا یہی اقتضا ہوگا۔ البتہ جس شخص کا دل ایمان الٰہی سے بھرپور ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ الہام کر دیگا کہ اس مصیبت سے بچنے کی کیا صورت ہے کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کے علم سے باہر نہیں۔

یاد رکھو تکلیفیں آئیں گی، عزیز و قریب مخالفت کریں گے، قوم معاندانہ سلوک کریگی، حکومت تشدد سے کام لیگی اس وقت تمہارا طریق کار یہ ہونا چاہیئے کہ صرف قرآن کو ہاتھ میں لو اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا لو اور رسول نے جس طرح اس کی شرح کی ہے اسی پر اپنی زندگی کو بھی ڈھال لو۔ اگر تم نے مصائب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ترک کر دی، تو فنا ہو جاؤ گے، پس فقط اللہ پر اعتماد کرو۔ جو تمام دنیا کا مالک ہے وہ ان تکالیف و شدائد کا تدارک کر دے گا۔

تمدنی رکاوٹیں

(۱۴) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۵) اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ

مسلمانو! تمہاری بیبیوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو، اور اگر تم معاف کر دو، اور درگذر کرو، اور بخش دو، تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے، تمہارے مال

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۱۶) فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۷) اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ (۱۸) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور تمہاری اولاد آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور مانو اور خرچ کرو کہ تمہارے اپنے ہی حق میں بہتر ہے اور جو شخص اپنے بخل طبعی سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں اگر تم اللہ کو خوش دلی سے قرض دو تو وہ تمکو اُس کا دونا کر دیگا اور تمہارے گناہ معاف کریگا اور اللہ بڑا قدردان بڑا بُردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا زبردست حکمت والا۔

جب مسلمان سربکف ہو کر اللہ کے قانون کی نشر و اشاعت کے لیئے اُٹھ کھڑا ہو گا تو اُسکے ارادہ کو ضعیف کرنے کے لیئے جو قوی ترین اسباب ہونگے وہ تمدن کے ابتدائی منازل میں ازواج و اولاد ہیں وہ اپنی جہالت و نادانی کی بنا پر تمہاری راہ عمل میں رکاوٹ پیدا کریں گی تمہارا فرض یہ ہے کہ تم ان کے فریب میں نہ آؤ نہ تو انھیں بات بات میں تکلیف دو اور نہ اپنے تنگ آکر رہبانیت اختیار کرو۔

تم اپنا فرض برابر ادا کرتے رہو ان کی شرارتوں سے تمہاری قوت انتقام جوش میں نہ آئے تمھیں یہ وہم تک نہ آنے پائے کہ انھوں نے تمھیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا، بلکہ اُن کی بیجا حرکات بالکل فراموش کر دو اور جس قدر وہ مخالفت میں ترقی کریں تم اُسی قدر اُن سے چشم پوشی کرو، اور اگر وہ اس میں حد سے آگے نکل جائیں تو جس طرح تم چاہتے ہو کہ اللہ تمہارے ساتھ رحم و مغفرت کا سلوک کرے ایسے ہی تم بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ بخشش اور رحمت کا سلوک کرو۔

جب ایک شخص اسلام کا دعوی کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ کے نام پر ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہے، اس دعوی کی صداقت معلوم کرنے کے لیئے مال و اولاد کو پیدا کیا گیا ہے، یعنی اگر ہمیں اللہ کا کوئی ایسا حکم ملے جسکی خاطر مال و اولاد کو ترک کرنا پڑے اور ہم ان میں سے ہر ایک کو قربان کر دیں تو اس صورت میں یہ دونوں چیزیں امتحان گاہ بنیں گی، اور اس کا نتیجہ یہ ملیگا کہ دنیا و آخرت میں شاد کام و بامراد ہونگے۔

تمام امور کی تنقیح ہو گئی اب تم اللہ کے عہد کو اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرو رسول کی فرماں برداری کو اپنا شعار بناؤ اور جو کچھ کمایا ہے اُسے اللہ کے نام پر قربان کردو کہ تمہارے دعوئ اسلام پر حجت قاطعہ ہو اور تمہاری صداقت و ولولہ دینی کی زبردست دلیل الصدقة برہان جب اس کی راہ میں خرچ کروگے تو وہ تمھیں بے حساب دیگا اور تمہاری غلطیوں کو معاف کریگا۔

الطّلاق

(رکوع، ۲ - آیات، ۱۲)

تمہید

پہلے رکوع میں طلاق کے بعض احکام بیان کیے ہیں اور دوسرے رکوع میں رسول کی نافرمانی کا نتیجہ بتایا ہے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ عبادات میں تو رسول کا حکم مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کی نافرمانی سے اللہ ناراض ہوگا، مگر معاملات، تدبیر منزل، نکاح، طلاق اور دوسرے تمدنی مسائل میں رسول کی پیروی نہیں کرتے اُن کا خیال یہ ہے کہ ان کے نہ ماننے سے بازپرس ہوگی۔

یہ سورت اسی غلط فہمی کو دُور کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ نبی کے احکام میں اس قسم کا فرق کرنا جائز نہیں، اس کا ہر حکم تاریکی سے نور میں لاتا ہے، اس لیے اس کے ہر حکم پر عمل کرنا ضروری ہے، اس کے ترک سے عذاب الٰہی نازل ہوگا۔

دین اور سیاست

قانون طلاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۱) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔

اے پیغمبر! جب تم بیبیوں کو طلاق دینی چاہو تو اُن کو اُن کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت گنتے رہو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو، اُن کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا بے حیائی کر بیٹھیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جس شخص نے اللہ کی حدوں سے قدم باہر رکھا تو اُس نے اپنے ہی اوپر ظلم کیا، تو نہیں جانتا، شاید اللہ طلاق کے بعد کوئی صورت پیدا کر دے۔

زمانہ حیض میں طلاق دینے کی اجازت نہیں، اس کے لیے طہر کا زمانہ ٹھیک ہے، حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کے ایام میں طلاق دیدی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ چاہیے کہ وہ رجوع کرلے اور اپنی بیوی کو روک لے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے، اب اگر وہ طلاق دینا چاہتا ہے تو اُس کو قریب نہ جائے، اور طلاق دے دے، اللہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے (بخاری)، طہر میں طلاق دینے سے حساب رکھنے میں آسانی ہوگی عدت کے ایام شمار کرنے میں اللہ کا خوف کرو، اس میں کمی بیشی نہ کرو، اور اس زمانہ میں ان مطلقہ عورتوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں البتہ زنا کے ارتکاب کی صورت میں انہیں عدالت تک جانا ہوگا تاکہ ان کے ساتھ قانونی سلوک ہوسکے۔

اس قانون کے توڑنے سے تمہارا ہی نقصان ہے، اگر قبل از عدت تم نے نکال دیا، یا وہ نکل گئی، یا تم نے عدت شمار کرنے میں فریب سے کام لیا تو اس سے جو نتائج فاسدہ پیدا ہوں گے بہت تباہ کن ہوں گے، اس قانون پر عمل کرو تو عجب نہیں، اللہ کوئی بہتر صورت پیدا کر دے گھر میں رہیگی تو باہمی صلح کا بھی امکان ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس درمیان میں تمہیں اچھی بیوی اور اُسے اچھا خاوند ملجائے، پھر تین حیض تک حمل کا بھی پتہ لگ جائیگا

شہادت ضروری ہے

(۲) فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (۳) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔

پھر جب عورتیں اپنی عدت پوری کرنے پر آئیں تو سیدھی طرح انکو رکھے رہو یا سیدھی طرح انکو رخصت کرو، اور اپنے میں دو معتبر گواہ کر لو اور اللہ کا پاس کر کے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا، یہ نصیحت کی باتیں اُن لوگوں کو سمجھائی جاتی ہیں جن کو اللہ اور روز آخرۃ کا یقین ہے، اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہیگا، خدا اُسکے لیے نجات کی شکل نکال دیگا اور اُسکو وہاں سے رزق پہنچائیگا جدھر اُسے گمان بھی نہ تھا، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھیگا تو خدا اُس کو کافی ہے، بیشک جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہ اُس کو پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے۔

جب ان کی عدت کا زمانہ ختم ہونے کو آئے تو انھیں رکھ لو یا طلاق دیدو، دونوں صورتوں میں دو قابل اعتماد مسلمانوں کو گواہ کر لو تا کہ آئندہ چل کر جھگڑا نہ پیدا ہو، گواہوں کو چاہیئے کہ شہادت دیتے وقت کسی کی رعایت نہ کریں، گواہوں کی وجہ سے حق متشبہ نہ رہ سکے گا اور عدالت کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

ہر ایک کا طغرائے امتیاز تقوی اللہ ہونا چاہیئے اس کی وجہ سے اللہ تعالی کوئی نہ کوئی آسانی کی صورت پیدا کر دے گا، اس کے واسطے رزق کے دروازے کھول دے گا، اور اس میں مرد و عورت کی تخصیص نہیں، جب اللہ کسی کام کا ارادہ کرے تو زمین و آسمان کی کوئی طاقت اُس میں رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتی، البتہ اُس نے ہر ایک کے لیے اندازہ مقرر

عدت کے ایام

(۴) وَالّٰئِی یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا (۵) ذٰلِکَ اَمْرُ اللّٰہِ اَنْزَلَہٗٓ اِلَیْکُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗٓ اَجْرًا

اور تمہاری بیبیوں میں سے جن کو حیض کے آنے کی امید نہیں رہی اگر تم کو شبہ ہو تو اُن کی عدت تین مہینے اور جن عورتوں کو حیض آنے کی نوبت نہیں آئی اور حاملہ عورتیں ان کی عدت ان کے بچے جننے تک اور جو اللہ سے ڈرتا رہیگا خدا اُس کا کام آسان کریگا یہ فرمودہ خدا ہیں جو اُسنے تمہاری طرف بھیجے ہیں اور جو خدا سے ڈرتا رہیگا خدا اُسکے گناہوں کو اُس سے دُور کر دیگا اور اُس کو بڑے اجر دیگا۔

ان آیات مین تین قسم کی عورتوں کی طلاق کا قانون بیان کیا گیا ہے۔

(۱) جو اس قدر بوڑھی ہو گئی ہیں کہ انھیں حیض آنا بند ہو گیا ہے۔

(۲) نا بالغ ہونے کی وجہ سے حیض آنا شروع نہیں ہوا اور نکاح ہو چکا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں اگر طلاق دی جائیگی تو ان کی عدت تاریخ طلاق سے تین ماہ شمار ہوگی۔

(۳) حاملہ عورتیں خواہ مطلقہ ہوں یا اُن کے خاوند مر جائیں دونوں حالتوں میں وضع حمل اُن کی عدت ہوگی۔

اللہ نے اپنا قانون رسول کی معرفت بھیجا ہے پابندی کروگے تو اجر عظیم و ثواب جزیل کے مستحق قرار پاؤگے۔

گھر میں رہنے دو۔

(۶) اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ وَاِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْھِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَھُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَیْنَکُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ

طلاقی عورتوں کو اپنے مقدور مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو، اور اُنپر سختی کرنے کے لیے اُن کو ایذا نہ دو اور اگر حاملہ ہوں تو بچہ جننے تک اُن کا خرچ اٹھاتے رہو پھر اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کو اُن کی دودھ پلائی دو اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق ٹھہراؤ کر لو اور اگر آپس میں کشمکش کروگے تو اور میسر آجائیگی

فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى (۶) لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۔

اء اس کے لیے دودھ پلا دیگی، جس کو گنجائش ہو اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جسکی آمدنی تنی تلی ہو وہ جتنا اُس کو خدا نے دیا ہے اُس کے موافق خرچ کرے خدا نے جتنا کسی کو دے رکھا ہے اُس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا، خدا تنگی کے بعد جلد فراغت دیگا۔

جن عورتوں کو تم نے طلاق دی ہے اُن کے لیے قانون یہ ہے کہ اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق اُن کو گھر بھی دو اور کھانا پینا بھی تنگ کرنے کے لیے انھیں ضرر نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہیں تو اور زیادہ توجہ کی مستحق ہیں اس لیے کہ حمل کی مدت عموماً زیادہ اور عورت کی حالت قابل رحم ہوتی ہے، وضع حمل کے بعد اگر وہ اپنے شوق سے بچہ کو دودھ پلاتی ہیں تو پھر بھی آپس میں مشورہ کرکے اُن کی اُجرت مقرر کر لو اور اگر وہ دودھ پلانے پر رضامند نہیں تو تم اُس کو مجبور نہیں کر سکتے، دوسری جگہ اس کا انتظام کر لو ان تمام باتوں میں ہر ایک کو دوسرے کی حیثیت اور استطاعت کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔

تفریق جائز نہیں

(۸) وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (۹) فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (۱۰) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا (۱۱) رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ

اور بہت سی بستیاں ہو گذری ہیں جن نے اپنے پروردگار اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے بڑی سختی سے اُنکا حساب لیا، اور اُن کو بُری سزا دی تو انھوں نے اپنے اعمال کا مزہ چکھا اور اُنکا انجام کا گھاٹا ہوا، ان لوگوں کے لیئے خدا نے عذاب سخت طیار کر رکھا ہے تو اے عقل والو جو ایمان لاچکے ہو اللہ سے ڈرتے رہو خدا نے آگاہ کرنے کے لیے ایک پیغمبر کو تمہاری طرف بھیجا ہے جو تم کو خدا کی کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْہُ جَنّٰتٍ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا
قَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقًا (۱۲) اَللّٰہُ الَّذِیْ
خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَہُنَّ یَتَنَزَّلُ
الْاَمْرُ بَیْنَہُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔

ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں اور جو شخص اللہ پر ایمان
لائیگا اور نیک عمل کریگا خدا اُس کو باغوں میں داخل کریگا جن کے
تلے نہریں رہی ہونگی ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ نے ان کو خوب ہی
روزی دی اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیئے اور ان ہی
کی طرح کی زمین آسمان و زمین میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم
لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ کا علم سب
چیزوں پر حاوی ہے۔

اس رکوع کا ماقبل سے ربط تمہید میں بیان ہو چکا ہے جن بستیوں نے اللہ اور رسول کے احکام کی نافرمانی کی وہ تباہ ہو گئیں اگر مسلمان بھی قرآن کے احکام کی نافرمانی کریں گے تو یہی نتیجہ اُن کو ملیگا جب اس صورت میں عذاب یقینی ہے تو اپنے نبی کا ہر حکم بلا کم و کاست تسلیم کر لو اپنے عہد کے پابند بن جاؤ اور قرآن کو ہاتھ سے نہ دو اس کی وجہ سے تم ہر قسم کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکل کر نور میں آجاؤ گے۔

اللہ نے سات آسمان بنائے اور زمین کو بھی سات براعظموں میں تقسیم کر دیا ان میں آہستہ آہستہ قرآن پھیل کر اپنا اثر ظاہر کریگا یعنی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوں گے اور اس کے مطالب سمجھانے میں آسانیاں پیدا کر دی جائیں گی اور ہر ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ اس کو قبول کر لیں گے تو یہ کہا جائیگا کہ قرآن اس جگہ نازل ہوا اور تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ ایک کتاب جو عرب میں نازل ہوئی تھی وہ بتدریج پھیل کر وہی اثر کریگی جو عرب میں ہوا اُس وقت اسلام ہر گھر میں داخل ہوگا، اور دنیا دیکھ لیگی کہ اللہ اپنی قدرت سے یوں کام لیتا ہے، اور اسے ہر چیز کا علم تھا، اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کام کو پورا کریں۔

(رکوع، ۲ - آیات، ۱۲)

تمہید

آیت نمبر ۵ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے آیت نمبر ۸ تک آپکی نافرمانی کے نتائج فاسدہ ذکر کیئے اور فرمایا کہ اس سے پرہیز کرو، اور اگر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کروگے تو ہر جگہ کامیاب ہوگے، ادھر رسول سے کہدیا کہ اگر یہ لوگ مخالفت سے باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ جہاد کرو، آخر میں کافروں اور مومنوں کی مثالیں بیان کیں۔
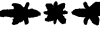
نصب العین کی حفاظت

شہد کا واقعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے۔ اے پیغمبر جو چیزیں خدا نے تمہارے لیے حلال کی ہیں، تم اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیوں حرام کرو، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد بہت پسند فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت زینب بنت جحش کے پاس باہر سے شہد آیا تو انھوں نے اس کا شربت بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ روزانہ تشریف لاتے، اور شربت نوش جان فرماتے، حضرت عائشہ اور حفصہ کو اطلاع ملی تو انھیں یہ ناگوار گذرا، اور دونوں نے باری باری آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے دہن مبارک سے بو آرہی ہے، آپ کو بو سے سخت نفرت تھی، سنا تو فرمایا، میں آیندہ شہد استعمال نہیں کروں گا، اور اسی ذیل میں بعض اور باتیں بھی فرمائیں، اور یہ کہا کہ کسی اور سے ان کا ذکر نہ کرنا، مگر انھوں نے اس تمام راز کو فاش کر دیا۔

اس قصہ کا حاصل یہ نکلا کہ آپ نے اپنی ازواج کو خوش کرنے کے لیے حلال کو حرام کر دیا، اگر یہ دروازہ بند نہ کیا جاتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ آگے چل کر قانون اسلام کی اہمیت برباد ہو جاتی، اور ہر شخص اپنے دوستوں اور عزیزوں کو خوش کرنے کے لیے قرآن کے تمام احکام کو پس پشت ڈال دیتا، اور یہ کتاب عزیز بالکل بیکار ہو جاتی۔

یہ غلط کاری تھی، اس کو اسی جگہ روک دیا، اور فرمایا کہ تم کس لیے اپنی عورتوں کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتے ہو، آپ تو اپنی امت کے لیے نمونہ ہیں ایسا نہ کیجیے۔

قسم توڑ دیجیے

(٢) قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔

تمہارے لیے خدا نے تمہاری قسموں کا توڑ ڈالنا فرض کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہ واقف حکمت والا ہے۔

اس قسم کا توڑ دینا ضروری ہے آپ اس کا خیال نہ کریں کہ عورتیں ناراض ہو جائیں گی آپ کے لیے اللہ ہی ولی و کارساز بس ہے اس قسم کے توڑنے میں ایک مصلحت یہ ہے کہ آپ تمام دنیا کے لیے نمونہ ہیں غرض یہ ہے کہ اسلام کی خاطر عزیز و قریب کو چھوڑ دیا جا سکتا ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کو خوش کرنے کے لئے شریعت کے اصول ہی تبدیل کر دیے جائیں۔

راز کی بات

(٣) وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (٤) اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (٥) عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا۔

اور جب پیغمبر نے اپنی بیویوں میں سے کسی سے ایک بات چپکے سے کہی جب انہوں نے اسکی خبر کر دی اور خدا نے پیغمبر پر اسکو ظاہر کر دیا تو پیغمبر نے کچھ جتایا اور کچھ ٹال دیا پس جب پیغمبر نے جسقدر جتانا منظور تھا انکو جتایا تو ان بی بی نے پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی آپ نے جواب دیا اسنے جو جانتا اور خبر رکھتا ہے اگر تم خدا کی جناب میں توبہ کرو تو بیشک تمہارے دل اسکی طرف مائل ہو چکے ہیں اور اگر پیغمبر کے خلاف میں سازشیں کروگی تو انکا مددگار اللہ ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ انکا پروردگار ان کے لیے تمہارے بدلے تم سے بہتر بیبیاں بہم پہنچا دے فرماں بردار باایمان، مطیع، توبہ کرنے والیاں عبادت گزار روزہ دار دہاجنیں اور کنواریاں۔

یہ راز کیا تھا جو آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات سے کہا تھا اس میں روایات مختلف ہیں اور سب کی سب نا قابل قبول، جب اللہ نے اس راز کا افشا نہیں کیا تو ہمیں اس میں کاوش کرنے کی ضرورت نہیں، اہلی زندگی میں خاوند اپنی بیوی سے بہت سی باتیں کہتا ہے جو راز کی ہوتی ہیں، آپ اپنی ازواج کے ساتھ بہترین سلوک کرتے تھے۔ اور آپ کو ان پر اعتماد تھا اس لیئے آپ نے کوئی بات کہدی۔

حضرت عائشہ نے اس کا افشا کر دیا تو آپ نے انسے فرمایا وہ حیرت میں رہ گئیں اور پوچھنے لگیں کہ آپ کو کس طرح افشائے راز کی اطلاع ہوگئی آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے خبر دی ہے نان و نفقہ کے مطالبات ابتدا میں حضرت عائشہ اور حفصہ ہی کی طرف سے تھے بعد کو بقیہ ازواج بھی اس میں شریک ہوگئی تھیں اسی لیے ابتدا میں تو ان دونوں کو مخاطب کیا اور آخر میں سب کو خطاب میں شامل کرلیا۔

پہلے ان دونوں سے کہا گیا کہ اگر تم توبہ کرو تو بہتر ہے اس لیے کہ تمہارے دل اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں اور اگر تم رسول کی مخالفت پر برابر اڑی رہیں تو تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ زمین و آسمان کی کوئی طاقت بھی تمہاری مدد نہیں کریگی بلکہ سب کے سب اعلیٰ ترین مقصد کی بنا پر رسول کی امداد کریں گے۔

طلاق کی دھمکی۔

اگر تمہیں دنیا اور اس کا عیش مطلوب ہے تو تمہیں طلاق دیدی جائیگی اس کے بعد اللہ اپنے رسول کو ایسی عورتیں نوازش کرے گا جو اللہ کا ہر حکم ماننے والی، ایمان دار، عبادت میں کھڑی رہنے والی، غلطی سے رجوع کرنے والی، شرائط بندگی پوری کرنے والی، روزہ دار، یا اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والی ہونگی غرض وہ عمدہ ترین صفات اور اخلاق سے متصف ہوں گی۔

جب رسول اللہ نے اپنی ازواج کو اختیار دیا تو انھوں نے دنیا کی پروا نہ کرکے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا، اور دنیا کو بتا دیا کہ رسول کی تعلیم و تربیت اور حسن صحبت نے ان کے اخلاق کو کس قدر بلند مقام پر پہنچا دیا تھا۔

ان آیات سے جو صاف اور واضح نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول کی زندگی کا اصلی مقصد حق کی نشر و اشاعت ہے، وہ اگر نکاح کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ اُس کے مقصد میں مددگار ہوں لیکن اگر وہ اس مقصد کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں تو ان کی خاطر حق کو نہیں چھوڑا جا سکتا، بلکہ خود اُن عورتوں کو چھوڑ دیا جائیگا۔

عذر نہیں رہا

(۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۹) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔

مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، اُس پر فرشتے ہیں تند خو سخت مزاج، خدا جو اُن کو حکم دے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو اُنکو حکم دیا جاتا ہے اُسکی تعمیل کرتے ہیں، کافرو! آج عذر مت کرو جیسے عمل تم کرتے رہے ہو ان ہی کا بدلہ پاؤ گے، مسلمانو! اللہ کی جناب میں خالص توبہ کرو، عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تم سے دور کر دے اور تم کو باغوں میں داخل کرے جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی، جب کہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور ان کے دہنی طرف چل رہی ہوگی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری روشنی کو ہمارے لیے اخیر تک قائم رکھ، اور ہمارے گناہ معاف فرما، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے، اے پیغمبر کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو اور اُن پر سختی رکھو اور اُنکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

رسول نے نمونہ قائم کر دیا اور اپنے طرز عمل سے بتا دیا کہ اعلیٰ ترین اسلامی نصب العین کی خاطر اپنے عزیزوں

کو چھوڑا جا سکتا ہے اور اُن کی خاطر حق سے انحراف نہیں ہو سکتا، اس لیے اب عام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ایسی تعلیم دیں کہ وہ اُن فرائض میں حارج نہ ہوں، اور اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو اس کا نتیجہ جہنم کی آگ ہوگی۔

یہ ہے ارباب نفاق جو تمام زندگی فرائض ملک و ملت سے غافل رہے، حق و صدق کی نشر و اشاعت کی اور اپنے اہل و عیال ہی کی محبت میں سرگرداں رہے، احتساب اعمال کے وقت انکا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اس لئے کہ نمونہ موجود تھا۔

اب تک جن لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی انھیں چاہیے کہ رسول کا نمونہ دیکھ کر اپنی حرکات سے باز آجائیں اور ایسی توبہ کریں کہ آیندہ ان کے ذہن میں بھی تبلیغ اسلام چھوڑنے کا خیال تک نہ آئے۔ اس کے صلہ میں ان کو جنّت ملے گی جہاں ترقی کی کوئی حد نہ ہوگی، وہ آگے ہی بڑھتے رہیں گے، ان کا نور ایمان اُنکے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہوگا، منافق اُس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیں گے تو اُن میں اور مسلمانوں میں ایک آڑ کردی جائے گی، اور منافق تاریکی میں رہ جائیں گے، اس لیے مسلمان یہ دعا کریں گے کہ ان کا نور آخر تک ساتھ رہے۔

جب مسلمانوں کے سامنے رسول کا طریق کار آگیا، تو اب کہا جاتا ہے کہ جو لوگ حق کے کھلم کھلا دشمن ہیں، اور جو خفیہ طور پر اس کے مخالف ہیں، دونوں میں سے کسی سے بھی آپ کو دبنا نہیں چاہیئے، بلکہ نہایت سختی کے ساتھ آپ ڈٹے رہیں، یہ لوگ آپ کی مخالفت میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

عورتوں کی مثالیں

(۱۰) ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰہُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا

کافروں کے لیے خدا نوح کی بی بی اور لوط کی بی بی کی مثال دیتا ہے جو ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں نے اُن کو دغا دی تو دونوں کے شوہر اللہ کے مقابلہ میں

عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ
الدّٰخِلِيْنَ (١١) وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ
لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ
وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (١٢)
وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا
فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ
رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۔

ان کے کچھ بھی کام نہ آئے، اور حکم دیا گیا کہ جہاں اور لوگ داخل
ہوئے ہیں اُن ہی کے ساتھ تم بھی جہنم میں جا داخل ہو اور مسلمانو
کے لیے خدا فرعون کی بی بی کی مثال دیتا ہے کہ انھوں نے دعا
کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک
گھر بنا، اور مجھ کو فرعون اور اس کے کام سے نجات دے، اور مجھ کو ظالم
لوگوں سے نجات دے، اور عمران کی بیٹی مریم کی جنھوں نے اپنی عصمت کو
محفوظ رکھا تو ہم نے اُنکے پیٹ میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام
اور اُسکی کتابوں کی تصدیق کرتی رہیں، اور وہ فرماں برداروں میں سے تھیں۔

حضرت نوح اور لوط دو جلیل القدر پیغمبر تھے جنھوں نے تمام زندگی اپنے فرائض ادا کرنے میں صرف کر دی مگر ان دونوں کی بیبیاں ہمیشہ انکے خلاف رہیں انھیں خیال یہ تھا کہ پیغمبر کا رشتہ جنت میں لے جائیگا اور کسی عمل خیر کی ضرورت نہ ہوگی، مگر یہ رشتہ اُن کے کسی کام نہ آیا اور دونوں کو جہنم میں ڈھکیل دیا گیا، اس لیے کہ برائے نام نبی کے ساتھ رہنا اور کام اُسکے خلاف کرنا خیانت ہے اس لیے ان دونوں کو اس کا بدلہ مل گیا۔

آج مسلمانوں کو عموماً اور سجادہ نشینوں کو خصوصاً یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ صرف مسلمان کہلانا اور کسی بزرگ کی اولاد ہونا نجات کے لیے کافی نہیں، وہ جنت میں نہ جا سکیں گے جب تک عمل صالح اور تقویٰ کو زادِ راہ نہ بنائیں گے، انھیں نوح اور لوط کی بیبیوں کے نتائج سے عبرت اندوز ہونا چاہیئے۔

فرعون ظالم ہے اپنی قوم کو کفر و شرک کی دعوت دیتا ہے جو نہ مانے اُسے سخت ترین عذاب دیتا ہے، آسیہ اسکی بیوی ہے ایسے جابر و قاہر بادشاہ کے پاس رہتی ہے جو اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی نگرانی کرتا ہے چاروں طرف دشمنوں کا ہجوم ہے اور ہر طرف سے وہ اُن کے نرغے میں ہے، مگر باوجود ان تمام ناموافق حالات کے وہ اللہ پر ایمان لاتی ہے اور فرعون اور اُس کی قوم کے تمام ظالمانہ اعمال سے اپنی پاک دامنی کا اعلان کرتی ہے۔

مسلمان اس قصّہ کو پڑھیں، وہ جان لیں کہ اگر حالات سخت ناموافق ہیں، چاروں طرف سے دشمن نے گھیر رکھا ہے، خطرات و مہالک نے احاطہ کیا ہے، مگر تم حق سے نہ پھرو، اپنا فرض ادا کرو، پھانسی کی کوٹھری اور سولی کے تختے پر بھی حق کہنے سے باز نہ آؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں تبلیغ کی اور صہیب رومی نے سولی کے تختہ پر اسلام کا اظہار کیا۔

حضرت مریم علیہا السلام کو اُن کی والدہ بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیتی ہیں، اس زمانہ میں بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت جس درجہ تنزل و انحطاط میں تھی سب کو معلوم ہے، مگر اُنھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا اور طہارت و پاکیزگی کی زندگی بسر کرتی رہیں، اللہ نے انھیں تمام مردوں سے بے نیاز کر دیا اور انھیں ایسا فرزند صالح نوازش کیا جس نے نہ صرف اپنی ماں کا بلکہ اپنے تمام خاندان کا نام روشن کیا۔

اگر ایک مسلمان بے یار و مددگار رہے، اُسے کوئی ہادی و راہبر نہیں ملتا، اُس کے پاس کسی قسم کا سامان نہیں تو وہ ہمت نہ ہار دے، اپنی فطرت اور صداقت کے مطابق اپنا فرض ادا کرے، وہ اللہ جس نے مریم کو مرد سے بے نیاز کر دیا تمھیں بھی ہر ایک سے بے نیاز کر دے گا، اور پردۂ غیب سے ہر قسم کا سامان فراہم کر دے گا، واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و الماب، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اطلاع

الخلافۃ الکبریٰ' تفسیر سورۂ بقرہ برائے طبع ثانی' اور بصائر' قصہ بنی اسرائیل و فرعون برائے طبع ثالث زیر نظر ہیں' جدید تہذیب و تدوین کے ساتھ دونوں کتابیں جلد نذر ناظرین کرام ہوں گی انشاءاللہ وبیدہ التوفیق ۔

تصانیف

۱	بیان،	تفسیر	سورۂ آل عمران	ایک روپیہ بارہ آنے
۲	الصراط المستقیم	تفسیر	سورۂ انفال و توبہ	دو روپے
۳	عبرت	تفسیر	سورۂ یوسف	ایک روپیہ
۴	برہان	تفسیر	سورۂ نور	ایک روپیہ
۵	سبیل الرشاد	تفسیر	سورۂ حجرات	دس آنے
۶	سبل السلام	تفسیر	پارۂ قد سمع اللہ	بارہ آنے
۷	ذکریٰ	تفسیر	پارۂ عم	دو روپے آٹھ آنے

بچوں کے لئے

۸	ہمارے رسول	پانچ آنے
۹	نبیوں کے قصے	چھ آنے
۱۰	خلفائے اربعہ	دس آنے

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی